دسترخوان

ثمینہ صدیقی

دہی گوشت

اشیاء:-

دہی ـــــــ ۲۵۰ گرام
گھی ـــــــ ۱۲۵ گرام
ادرک لہسن ـــــــ ۳۰ گرام
چانپ کا گوشت ـــــــ ۵۰۰ گرام
انڈے ـــــــ دو عدد
گرم مصالحہ پسا ہوا ـــــــ ایک چمچہ
نمک مرچ ـــــــ حسب ذائقہ
ہرا دھنیا، پودینہ ہری مرچ تھوڑی تھوڑی
سوکھا دھنیا، سفید زیرہ ثابت ایک چمچہ

ترکیب:- ہرا دھنیا، پودینہ، ہری مرچ سب ملا کر چٹنی بنالیں۔ اس کو چانپ کے ساتھ ڈال کر اتنا پانی ڈالیں کہ چانپ گلنے تک خشک ہو جائے، انڈے توڑ کر پھینٹ لیں اور اس میں پسا ہوا مصالحہ سوکھا دھنیا اور سفید زیرہ ملا دیں اس تیار شدہ مصالحے میں چانپوں کو ڈال کر تلتے جائیں چانپ سرخ ہونے پر نکالتے جائیں اور ڈش میں سلاد کے ساتھ پیش کریں

مصالحے دار کوفتے

گوشت کے پارچے ـــــــ ایک سیر
گرم مصالحہ ـــــــ ایک چائے کا چمچہ
پسا ہوا خشک دھنیا ۲ چائے کے چمچے
پیاز ـــــــ ایک گٹھی
نمک ـــــــ حسب ذائقہ
ثابت سرخ مرچ ـــــــ ۱۱ عدد
بھنے ہوئے چنے ـــــــ ایک کھانے کا چمچہ
ہلدی ـــــــ ڈیڑھ پاؤ
ادرک ـــــــ ۱½ انچ کا ٹکڑا
بادام کی گیری (کتر لیں) ایک کھانے کا چمچہ
خشخاش سفید ـــــــ ایک چائے کا چمچہ
دہی ـــــــ ½ پاؤ
پودینہ ـــــــ ایک گڈی
ہری مرچ، پنیر ـــــــ حسب ضرورت
کیری یا ثابت کھٹائی ـــــــ ایک عدد
دو عدد انڈوں کی سفیدی

ترکیب:-

گوشت کے پارچوں کو سل پر یا مشین میں باریک پیس لیں، گرم مصالحہ، خشک دھنیا، تھوڑا سا پیاز کے لچھے، آدھا نمک تھوڑی سی پسی ہوئی لال مرچ، بھنے چنے، خشخاش، بادام کی گری، ادرک کھٹائی اور ہلدی کو آدھے دہی میں ڈال کر خوب باریک پیس کر گوشت میں ملا دیں۔ اس مرکب میں انڈوں کی سفیدی بھی ملا دیں، پودینہ ہری مرچ پنیر اور پیاز کے کچھ لچھے کتر لیں اور گوشت والے مرکب کے گولے بنا کر ہر گولے میں کترا ہوا مصالحہ تھوڑی تھوڑی مقدار میں بھر دیجیے، پھر گھی پتیلی میں ڈال کر کڑکڑا لیجے اور بقیہ پیاز اس میں بھون کر نکال لیجیے اس کے بعد کوفتے گھی میں ڈال کر بھونیں پھر پانی ڈال کر گلا لیجیے جب پانی خشک ہو جائے تو باقی دہی پسا ہوا مصالحہ اور نمک باقی ڈال کر کوفتوں کو گلا لیجیے یہاں تک کہ گھی رہ جائے۔ مصالحے دار کوفتے تیار ہیں۔ نوش فرمائیں۔

مہندی کا رنگ تیز کرنے کی ترکیب

کچھ املی لے کر تھوڑے سے پانی میں بھگو دیں اور پھر املی کو پانی میں مسل دیں اور اس کے بعد باریک کپڑے سے چھان لیں۔ پھر اس چھنے ہوئے پانی میں مہندی گھول کر دس منٹ بعد لگائیں تو بہت زیادہ رنگ چھوڑے گی۔

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

LW/NP 58 RIZWAN R.N. 2416/57
Gwynne Road. Lucknow 226 018 172/54 Mohammed Ali

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی

علمی، فکری، دعوتی و اصلاحی
تقاریر کا بیش قیمت
مجموعہ

کیسٹ سیریز

شکر کا مقام اور اس کی حقیقت
انسان کی تلاش
در پیش خطرات اور علماء کی ذمہ داری
صد سالہ جشن کا پیغام ہندوستانی مسلمانوں کے نام
انسانیت کو بچانے میں امت مسلمہ کا کردار
مولانا آزاد ایک مخلص رہنما ایک حقیقت پسند قائد
عالم عربی اور مغربی تمدن (تاثرات)
محسن عالم
دینی تعلیم آئندہ نسل کی حفاظت کی ضامن
مسلم معاشرہ جاہلی رسم و رواج
صحابہ کرامؓ کی عظمت کا راز
انبیاء کا مقام اور ان کا پیغام
ملی وحدت اور اس کے تقاضے
اسلامی حکومت فرائض و ذمہ داریاں
روشنی کے مینار
بت پرستی اور اس کے مظاہر سے نفرت ایمان کی بنیادی علامت
مسلم پرسنل لا اہمیت و ضرورت
خلفائے اربعہ کی ترتیب میں حکمت الٰہی کی کارفرمائی
نجات کا راستہ
دعوت دین ایک سدا بہار درخت
لسانی عصبیت اور اس کا المیہ
ملک کی حقیقی آزادی
صحابہ کرامؓ باہمی الفت و محبت
ظلم کا انجام
دعوت و تبلیغ کا مؤثر اسلوب
انسان چمن کے کانٹے یا پھول
کامیابی کا راز اخلاص و اختصاص
ہندوستانی مسلمانوں کے لیے صحیح راہ عمل
اسلام کا نظام تعلیم
آخرت کا ٹکٹ
معاشرہ کی اصلاح میں خواتین کا حصہ
ہندوستانی مسلمانوں کا فرض منصبی
رمضان کا پیغام
قصہ سات جوانوں کا
انسانی رشتہ
مدارس مقصد اور غایت
مقصد حیات
منڈلاتا خطرہ
اسلام ایک تغیر پذیر دنیا میں

قیمت فی کیسٹ =/25

V.P.P. منگانے کی صورت میں نصف رقم پیشگی بھیجنا ہوگی۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلام ۲/۵۴-۱۷۲، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ (یو-پی)

بانی: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ لکھنؤ

رضوان

جلد نمبر (۳۷) شمارہ نمبر ۱۰

اکتوبر ۱۹۹۳ء

مجلسِ ادارت

ایڈیٹر:-
محمد حمزہ حسنی
اُمامہ حسنی
مَیمونہ حسنی
اسحاق حسنی ندوی
جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان ۔ ساٹھ روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک ——— ۱۵ امریکی ڈالر

خصوصی تعاون پانچسو روپے

فی شمارہ ۵ روپے

پتہ

ماہنامہ رضوان ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ (انڈیا)

اپنی بہنوں سے

اس دور میں جب کہ بے شمار دنیاوی اور مادی ترقیاں ہوئی ہیں۔ طرح طرح کی ایجادات سے دنیا روشناس ہوئی ہے، ضرورت بے ضرورت کی چیزیں عالم وجود میں آئی ہیں اس اعتبار اور اسی لحاظ سے دنیا اخلاقی و دینی حیثیت سے پست سے پست ہوتی گئی، ان ساری ترقیوں کے ساتھ ساتھ انسان قعر مذلت میں گرتا گیا، اس خدا کو جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے بھلا کر مادیت کے سیل میں بہہ گیا، مذہب و اخلاق تو خیر بلند چیزیں ہیں انسانی مرتبہ سے گر کر ایک چوپایہ سے بدتر ہو گیا۔

انسان دنیا میں کیوں آیا؟ یہ ایک اہم سوال ہے یہ سوال ایسا نہیں جس کو نظر انداز کر دیا جائے یہ سوال ایک ایسا سوال ہے جو ہمارے ضمیر کو، ہمارے قلب کو جھنجوڑ رہا ہے ساری انسانیت کو جھنجوڑ رہا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ یہ ہے اس عظیم اور اہم سوال کا جواب، جو دنیا کو ملا ہے اس سوال کا جواب جو انسانیت کے پیش نظر ہے جو ہر دل و دماغ کے سامنے ہے ہر اس انسان کے سامنے ہے جس میں انسانیت کی کوئی رمق بھی باقی ہے۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہم کو بتاتا ہے اور اس بات کو صاف کر کے واضح کر کے بیان کرتا ہے کہ انسان دنیا میں صرف عبادت الٰہی کے لیے آیا ہے اور بقیہ تمام چیزیں دنیا کی آرائش و زیبائش اس کی نعمتیں اور تمام مخلوقات یہ سب انسان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہیں۔ انسان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا میں رہے بس اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرے اور اپنی زندگی اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی عبادت میں گزارے۔

انسان اپنی زندگی کو کس طرح عبادت الٰہی میں گذارے وہ ہر وقت سجدے نہیں کر سکتا وہ ہر وقت نمازیں نہیں پڑھ سکتا، وہ تمام زندگی روزہ نہیں رکھ سکتا۔

کتنی کریم ہے وہ ذات، کتنی شفیق ہے وہ ذات جس نے ایسا لائحہ عمل بھی عطا کیا کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو کھانا پینا بھی عبادت بن جائے، سونا جاگنا بھی عبادت ہو جائے، چلنا پھرنا بھی عبادت بن جائے، خرید و فروخت بھی عبادت میں شمار ہونے لگے، بات چیت بھی عبادت ہو جائے، غرض پوری زندگی عبادت الٰہی کا دوسرا نام ہو جائے۔ یہ لائحہ عمل کیا ہے؟ ایسی عظیم نعمت جس کے سامنے دنیا و مافیہا کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں کیا ہے؟ یہ نسخۂ کیمیا کیا ہے؟ یہ ہے کتاب الٰہی قرآن حکیم، جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم تک پہونچا۔ فدا ہوں ہمارے ماں باپ آپ پر اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ——— آمین

اپنی بہنوں سے ۔ مدیر ——— ۳

دوسری ضروری باتیں ۔ مولانا محمد ادریس ندوی نگرامی ——— ۴

آداب معاشرت ۔ عمار حسنی ندوی ——— ۵

جہاد ۔ مولانا عبدالسلام ندوی ——— ۹

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ ۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ——— ۷

تین صفات ۔ مولانا محمد ثانی حسنیؒ ——— ۳۴

کامیاب زندگی ۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ——— ۱۵

نصیحت کے پھول ۔ محترمہ خیرالنساء بہتر ——— ۱۲

بچوں میں کہنا مانے... ۔ جعفر مسعود ندوی ——— ۱۸

اصلاح امت ۔ مولانا محمد حسین (پاکستان) ——— ۲۱

آنحضرت بحیثیت شوہر ۔ حکیم محمد سعید ——— ۲۵

یوگنڈا ۔ محسن فارانی ——— ۲۹

سوال و جواب ۔ محمد طارق ندوی ——— ۳۶

سانس کی بدبو ۔ حکیم حیدر عباس ——— ۳۷

خط اللہ میاں کے نام ۔ افضل حسین ایم اے۔ ایل ٹی ——— ۳۹

دسترخوان ۔ ثمینہ صدیقی ——— ۴۰

غزل ۔ طفیل احمد مدنی ——— ۲۴

کتاب ہدایت

دوسری ضروری چیز

مولانا محمد اویس ندوی

انشاءاللہ

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ
فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا
اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۔ (کہف ۔۳)

اور کسی کام میں نہ کہنا کہ کل کروں گا، مگر یہ کہ خدا چاہے۔

خدا کے حکم کے بغیر درخت کا کوئی پتہ نہیں ہل سکتاہے، انسان کی کیا طاقت کہ اس کی مدد کے بغیر کوئی کام کر سکے۔ اس لیے قرآن کہتاہے کہ اگر تمہیں کوئی کام کرنا ہو تو یوں نہ کہہ دیا کرو کہ میں ایسا کروں گا! بلکہ یوں کہو کہ اگر خدا نے چاہا تو کردوں گا۔

اولیاءاللہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ
عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۔

(یونس ۔۷)

یادرکھو کہ اللہ کے دوستوں پر قیامت کے دن نہ تو خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں۔

جو لوگ اللہ کی اطاعت اور رسول کی پیروی کے ذریعہ سے اللہ کے پیارے بن جاتے ہیں وہ اس کے ولی کہلاتے ہیں اللہ کے ولی کی پہچان یہ ہے کہ وہ دین کا پیرو ہو، خدا اور رسول کی ہر بات مانتا ہو! خدا نے فرمایا:۔

اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔

(انفال ۔۴)

تقویٰ والے ہی خدا کے دوست ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دوست اللہ اور نیک کام کرنے والے مسلمان ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اللہ کی محبت کا دعویٰ کیا تو ان کے امتحان کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔

(آل عمران ۳)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

مطلب یہ ہے کہ رسول کی پیروی ایک کسوٹی ہے، جو اس پر پورا اترا وہ اللہ کا ولی ہے اور جو اس سے الگ ہے اس کو ہرگز اللہ کا ولی نہ سمجھو، اس کی باتوں پر بھروسہ نہ کرو اور اس سے اپنا دل نہ لگاؤ۔

حضرت جنید بغدادیؒ ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، انھوں نے فرمایا مخلوق پر تمام راستے بند ہیں، سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا، میں تمہیں خدا کے تقویٰ اور شریعت کی پابندی کی وصیت کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ بھی ایک بڑے بزرگ گذرے ہیں، انھوں نے کہا، جس کا عمل نہ رسولؐ کے موافق ہے اور نہ وہ شریعت کا پابند ہے اس سے دور رہو۔

(باقی صفحہ پر)

آدابِ معاشرت

عمار حسنی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو اپنے گھروں کے علاوہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت نہ داخل ہو جب تک اجازت نہ لو اور سلام نہ کرلو۔

وَقَالَ تَعَالٰی ۔ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (۲)

جب تمہارے لڑکے حد بلوغ کو پہونچ جائیں۔ تو ان کو چاہیے کہ اس طرح اجازت لیں جس طرح ان کے اگلے اجازت لیتے تھے۔

وَقَالَ ۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً (۳)

جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں پر سلام کرو، یہ دعا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت والی اور عمدہ ہے۔

وَقَالَ ۔ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۔ (۴)

جب تم کو کوئی دعا دے، تو تم اس کو اس سے بہتر دعا دو، یا الٹ کر وہی دعا اس کو دیدو۔

وَقَالَ ۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔ (۵)

کھاؤ پیو، اور بے جا نہ اڑاؤ، اللہ تعالیٰ بے جا اڑانے کو پسند نہیں کرتا۔

وقال ۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ۔ (۶)

اے بنی آدم ہم نے تم پر وہ لباس اتارا جو تمہاری ستر پوشی کرے اور اتارا ہم نے عزت کا پہناوا اور پرہیزگاری کا لباس یہ سب تمہارے لیے بہتر ہے۔

وَقَالَ ۔ وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِیْلَ تَقِیْكُمْ بَاْسَكُمْ ۔ (۷)

اور تمہارے ایسے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے جو تم کو لڑائی کے ضرر سے بچائیں۔

وَجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۔ (۸)

رات کو پردہ بنایا ہے اور دن کو معاش (کیلئے) بنایاہے۔

وَقَالَ ۔ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔ (۹)

تو اپنی راہ لو اور اللہ کے رزق کو تلاش کرو۔

پہچان اور بے پہچان والے کو سلام

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

---

(۱) سورۂ نور آیت نمبر ۲۷ (۲) سورہ نور ۵۹ (۳) سورۂ نور ۶۱ (۴) سورہ نساء ۸۶ ۔ (۵) سورۂ اعراف آیت نمبر ۳۱ (۶) سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۶ (۷) سورۂ نحل آیت ۸۱ (۸) سورۂ نبا آیت نمبر ۱۰، ۱۱ (۹) سورۂ جمعہ آیت نمبر ۱۰۔

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اسلام میں کون سی بات بہتر ہے؟

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھلانا کھلانا، اور سلام کرنا، خواہ پہچان ہو یا نہ ہو۔ (بخاری مسلم)

سلام کے احکام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار پیدل کو سلام کرے اور پیدل بیٹھنے والے، اور تھوڑے بہت کو سلام کریں۔ (بخاری مسلم)

جدا ہونے کے بعد پھر سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے، اور اگر درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو پھر اس سے ملے تو اس کو سلام کرے، ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب جدا ہونے لگے تو پھر سلام کرے، (ابوداؤد)

خندہ پیشانی سے ملنے کی فضیلت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نیک کام میں تھوڑے کام کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو، (مسلم)

مصافحہ کا ثواب

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں ملیں اور مصافحہ کریں تو ان دونوں کے گناہ جدا ہونے سے قبل بخش دیے جائیں گے۔ (ابوداؤد)

آنے والے سے معانقہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کہ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے، زید دروازہ پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپؐ ان کی طرف چلے اور اپنے کپڑوں کو کھینچتے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے، پھر آپؐ نے ان کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ (ترمذی)

تین بار کی اجازت طلبی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین بار اجازت لینی چاہیے. اور اگر اجازت نہ ملے لو لوٹ جاؤ۔ (بخاری ومسلم)

کسی کو اٹھا کر بیٹھنے کی ممانعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے اور مجلسوں میں وسعت و گنجائش پیدا کرو، حضرت ابن عمر کے واسطے جب کوئی جگہ خالی کر دیتا تو وہ اس کی جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب آدمی کسی مجلس سے اٹھ کر جائے اور پھر پلٹے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (مسلم)

جہاں جگہ پائے بیٹھ جائے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے تو ہم میں کا ہر شخص جہاں پہنچتا وہیں بیٹھ جاتا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

ساتھ بیٹھنے والوں کو علیحدہ نہ کرے

حضرت عبداللہ بن عمر العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جائز نہیں ہے کہ کسی شخص کے لیے کہ وہ دو آدمیوں کو الگ الگ

(باقی ص ۳ پر)

مولانا سید ابوالحسن علی ...

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ

(قسط اول)

آپ شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے شجرۂ طوبیٰ کی ایک شاخ ہیں، شاہ ولی اللہؒ صاحب کے نامور پوتے، شاہ عبدالغنی صاحب کے ذریعہ نجات و مغفرت فرزند، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ و شاہ عبدالقادر صاحبؒ و شاہ رفیع الدین صاحب کے محبوب و عزیز بھتیجے اور مایہ ناز شاگرد تھے۔

مولانا اسمٰعیل اسلام کے ان اولوالعزم عالی ہمت، ذکی، جری اور غیر معمولی افراد میں ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

آپنے علماء کے سب سے بڑے مجمع اور سب سے بڑے علمی اور سب سے بہتر دینی ماحول میں آنکھ کھولی، بچپن میں کانوں میں قال اللہ و قال الرسول کی آواز پڑی، جو علمی باتیں اور جو مذہبی مسائل حلال و حرام و ضروریات دینی لوگوں کو کتابوں اور مطالعہ سے آتی ہیں وہ آپ کو باتوں باتوں اور قصے کہانیوں میں معلوم ہو گئیں۔ تربیت کے لحاظ سے یہ ترتیب نہایت مکمل تھی جو کم خوش نصیبوں کو ہوتی ہے لیکن آپ اس تربیت کے محدود دائرہ سے بہت آگے تھے اور بہت جلد شاہ صاحبؒ کے خاندان میں بھی آپ بہت ممتاز تھے۔

تعلیم میں بھی آپ کی خوش نصیبی تربیت سے کم نہ تھی، ہندستان کے فاضل ترین اساتذہ جن کے پاس سمرقند و بخارا، ایران و افغانستان کے طلباء شدِ رحال کر کے آتے تھے اور ایک سبق پڑھ لینا حاصل عمر سمجھتے تھے، آپ کے گھر ہی کے تھے اور کون باپ یا باپ سے بڑھ کر شفیق چچا، اس وقت کی اعلا تعلیم جو کسی کو میسر آسکتی تھی آپ نے حاصل کی اور اس میں کوئی کمی نہیں رہی۔

آپ مجتہدانہ دماغ کے آدمی تھے اور اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ بہت سی درسی کتابوں کے مصنفین و شراح سے زیادہ ذکاوت اور علمی مناسبت رکھتے تھے، اگر آپ کو اشتغال اور تصنیف و تالیف و درس و تدریس کا موقع ملتا تو آپ اپنے بہت سے پیشرو اور معاصر علماء سے بہت آگے ہوتے اور بہت سے فنون میں امام یا مجتہد کا منصب آپ کو دیا جاتا، جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو انھیں علوم یا صنائع میں خارق عادت کمال دیتا ہے جو ان کے زمانہ میں رائج و شائع ہوتے ہیں تاکہ حجت اور معجزہ ہو سکے، اسی طرح حکیم مطلق نے خود اس کا سامان کیا کہ شاہ صاحبؒ کو جن سے اس کو علماء کی اصلاح اور حق کی نصرت کا کام لینا تھا، ان تمام علوم و فنون میں غیر معمولی کمال حاصل ہوا جو اس وقت عام طور پر رائج و جاری تھے اور جن پر علماء فخر کرتے تھے اور جن کے بغیر وہ کسی کو عالم اور قابلِ التفات نہیں سمجھتے تھے۔

شاہ صاحبؒ کے طریقۂ تعلیم اور ان کی ذکاوت کے جو واقعات مشہور ہیں اور بزرگوں سے منقول چلے آرہے ہیں ان کی تصدیق وہ حضرات مشکل سے کر سکیں گے جن کا اعتقاد ہے کہ علم و فہم نبوت کی طرح کتبِ معقولات کے مصنفین اور ان کے شراح پر ختم ہو گیا تھا اور اب صرف ان کی بات سمجھ لینا اور سمجھا دینا ہماری عقل و اجتہاد کی آخری حد ہے جس کے آگے الحاد کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ، شاہ عبدالقادر صاحب سے الافق المبین پڑھتے تھے (اہل علم جانتے ہیں کہ یہ کس درجہ کی کتاب ہے) اور اس طور

پر پڑھتے تھے کہ دو دو چار ورق پڑھتے، کہیں شاہ اسمٰعیل صاحب کچھ پوچھ لیتے، کہیں شاہ عبدالقادر صاحب کچھ بتا دیتے ورنہ یوں ہی پڑھے جاتے تھے، اس زمانہ میں مولوی فضل امام صاحب خیرآبادی صدر امین ہوکر دہلی آئے ہوئے تھے، اتفاق سے ایک دن وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور سبق ہو رہا تھا۔ وہ اس حیرت انگیز سبق کو دیکھ کر متعجب ہو رہے تھے، اتفاقاً شاہ صاحب استاد سبق میں کسی ضرورت سے اٹھے تو انھوں نے کہا، صاحبزادے کیوں مصنف کی روح کو تکلیف دیتے ہو وہ بپاس ادب چپ ہو رہے لیکن شاہ صاحب آگئے اور انھوں نے سن لیا، فرمایا کہ مولوی صاحب اس لڑکے سے کچھ پوچھئے تو اس کا حال آپ کو معلوم ہو پہلے تو مولوی فضل امام صاحب نے گریز کیا لیکن آخر انھوں نے ایک مسئلہ افق المبین کا پوچھا، مولانا اسمٰعیل صاحب نے نہایت شائستگی سے جواب دیا، پھر انھوں نے اس کو رد کیا پھر انھوں نے جواب دیا، اس رد و قدح کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ مولوی صاحب مولانا اسمٰعیل صاحب کی پیچیدہ تقریر کا غور کرکے جواب دینے لگے اس وقت خاموش ہوئے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ:- کتاب ہدایت

فرمایا نجات کا معاملہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی میں ہے۔

اللہ کا ولی وہی ہے جو دین پر عمل کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ اللہ کا ولی نہیں ہے۔

فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ۔ (جمعہ-۱)

تو پھیل پڑو زمین میں اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

اس آیت میں روزی کو خدا کا فضل کہا گیا ہے، حلال روزی کی تلاش بھی اللہ کی اطاعت اور عبادت ہے، محنت مزدوری تجارت، کھیتی، ملازمت، جس طرح بھی ممکن ہو پاک روزی حاصل کرنا چاہیے تاکہ بیوی بچوں کا حق ادا ہو سکے، اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا جا سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ فرائض کے بعد حلال کمائی کی تلاش فرض ہے۔

صحابہؓ عام طور سے اپنی کمائی کے لیے کوئی نہ کوئی کام کرتے تھے، کوئی تجارت کرتا تھا، کوئی کھیتی کرتا تھا، کوئی دوسرے پیشوں کے ذریعہ اپنی روزی کا سامان پیدا کرتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان تجارت کرتے تھے، حضرت سلمان چٹائی بناتے تھے اور صحابی پھاوڑے چلاتے تھے، ان کے ہاتھ سیاہ ہو گئے تھے حضور نے دیکھا تو پوچھا کہ تمہارے ہاتھ پر کچھ لکھا ہے؟ بولے نہیں، پتھر پر پھاوڑا چلاتا ہوں اور اس سے اپنے بال بچوں کے لیے روزی پیدا کرتا ہوں۔ حضور نے ان صحابی کا ہاتھ چوم لیا، الدار اور تندرست آدمی کو مانگنا جائز نہیں ہے۔

بعض صحابیہ عورتیں کپڑے بنتی تھیں۔

جو لوگ طاقت کے باوجود بیکار بیٹھے رہتے ہیں اور صدقہ خیرات کا انتظار کرتے ہیں یا کسی عذر کے بغیر لوگوں سے مانگتے ہیں ان کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

بقیہ:- حدیث کی روشنی

کر دے مگر ہاں انھیں کے حکم سے۔

(ابوداؤد و ترمذی)

ایک کو چھوڑ کر رازدارانہ گفتگو کی ممانعت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اگر تم تین آدمی ہو تو ایک کو چھوڑ دو آدمی آپس میں رازدارانہ گفتگو نہ کریں الا یہ کہ تمہارے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہو جائیں۔ یہ اس لیے کہ اگر تم تین ہو اور ایک چھوڑ کر دو باتیں کریں گے تو اس کو ناگوار ہوگی۔

(بخاری ۔ ومسلم)

اسوۂ صحابہ

مولانا عبدالسلام ندوی

(قسط ۳۳)

جہاد

تمام قوم کا فوج بنانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال انصار کے نوخیز لوگوں کا جائزہ لیتے تھے، اور پانزدہ سالہ نوجوانوں کو فوج میں داخل کرتے تھے، آج اس تمدنی زمانہ میں بھی جب کہ ہر شخص قومیت و وطنیت کا ترانہ گا رہا ہے اکثر لوگ اس قسم کی جبری خدمت سے انکار کرتے ہیں لیکن صحابہ کرام کے جوش مذہبی کا یہ حال تھا کہ بچہ بچہ بہ شوق فوج میں شامل ہو جانا چاہتا تھا اور اگر کسی کو اس مذہبی خدمت کے انجام دینے کی اجازت نہیں ملتی تھی تو اس کو سخت ملال ہوتا تھا، ایک بار آپ نے انصار کے نوجوانوں کا جائزہ لیا اور ایک نوجوان کو شریک فوج ہونے کی اجازت عطا فرمائی حضرت سمرہؓ نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا لیکن آپ نے کمسنی کی وجہ سے ان کی درخواست منظور نہیں کی، اس بنا پر ان کو سخت صدمہ ہوا اور مایوسی کے لہجہ میں کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس لونڈے کو اجازت دے دی اور مجھے نہیں قبول فرمایا حالانکہ اگر کشتی ہو تو میں اس کو پچھاڑ دوں، اب آپؐ نے دونوں میں کشتی کرائی اور سمرہ نے اس کو پچھاڑ دیا اس لیے آپ نے ان کو بھی شرکت جہاد کی اجازت دی۔

صحابہ کرامؓ جس ذوق و شوق سے شریک جہاد ہوتے تھے اس کے متعلق احادیث و رجال کی کتابوں میں بکثرت واقعات مذکور ہیں، ہم نے اس کتاب کے پہلے حصے میں اس قسم کی متعدد مثالیں مختلف عنوانات میں جمع کر دی ہیں، اس موقع پر ان کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے

فوجی شعار

مہاجرین و انصار کو اگرچہ اخوت اسلامی نے بھائی بھائی بنا دیا تھا تاہم صف جنگ میں دونوں اپنے مخصوص قومی شعار کی بنا پر الگ الگ نظر آتے تھے اور یہ ان کے جوش و مسابقت کا بڑا سبب تھا، انصار کا شعار عبدالرحمان اور مہاجرین نے اپنا شعار عبداللہ کو قرار دیا تھا۔

قرآن مجید کی بعض سورتوں کے ٹکڑوں کو بھی بطور شعار کے پڑھا جاتا تھا۔

فوج کی تقسیم

اخیر میں جب اسلام کا فوجی نظام بالکل مکمل ہو گیا تو میدان جنگ میں فوجوں کی تقسیم بھی قومی حیثیت سے کی گئی چنانچہ فتح مکہ میں جیسا کہ صحیح بخاری کتاب المغازی میں مذکور ہے تمام قبائل کے دستے الگ الگ قائم کیے گئے تھے۔

فوجی تعلیم و تربیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوجی تعلیم و تربیت میں کد و کاوش کی ضرورت پیش نہیں آئی، خود صحابہ کرام میں تیراندازی کا ذوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ مغرب کے بعد مسجد سے نکل کر تیر کا نشانہ لگاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حوصلہ افزائی اس ذوق کو اور بھی ترقی دیتی تھی۔ ایک بار آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو تیراندازی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا،

ارموا یا بنی اسماعیل اباکم کان رامیا

اے بنو اسماعیل تیر اندازی کرو کیونکہ تمھارا باپ تیر انداز تھا

معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام تیر اندازی میں باہم مسابقت کرتے تھے چنانچہ اسی موقع پر جب آپ نے فرمایا کہ میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں تو دوسرے قبیلہ کے لوگ رک گئے اور کہا کہ جب آپ خود ان کے ساتھ ہیں تو ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

تیر اندازی کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑ دوڑ بھی کراتے تھے اور اس میں تمام صحابہؓ شریک ہوتے تھے بعض صحابہؓ نے پیدل دوڑنے کی مشق کی تھی چنانچہ اس وصف میں حضرت سلمہؓ بن اکوع خاص طور پر ممتاز تھے اور اس مشق کی بدولت ان کو مختلف فوجی کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔

شہسواری اور تیر اندازی کے علاوہ صحابہ کرام نے فن جنگ میں اور بھی جدید ترقیاں کیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عروہ بن مسعودؓ اور حضرت غیلان بن سلمہؓ کو جرش بھیجا کہ وہاں سے منجنیق اور دبابہ کے استعمال کا طریقہ سیکھ کے آئیں چنانچہ وہ لوگ وہاں سے تعلیم حاصل کر کے آئے تو طائف کے محاصرے میں ان آلات کا استعمال کیا گیا یہ طبری کی روایت ہے لیکن مواہب لدنیہ میں ہے کہ فن جنگ میں یہ جدید اضافہ حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ کے بدولت ہوا زرقانی نے اس کی شرح میں یزید بن زمعہ کا نام بھی لیا ہے اور واقدی کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منجنیق کا استعمال حضرت سلمانؓ کے مشورے سے کیا گیا۔

غزوہ احزاب میں خندق انھیں کے مشورے سے کھودی گئی اور کفار نے اس کو اس قدر جدید اور عجیب چیز سمجھا کہ سب کے سب یک زبان ہو کر بول اٹھے۔

ان ھذہ لمکیدۃ ما کانت العرب تصنعیا

زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام

جس طرح صحابہ کرامؓ بشوق غزوات میں شریک ہوتے تھے اسی طرح صحابیات بھی خدا کی راہ میں ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں ان کے لیے سب سے زیادہ موزوں کام زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہنچانا تھا اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دلسوزی سے انجام دیتی تھیں۔

حضرت ام ورقہ بنت نوفلؓ ایک صحابیہ تھیں جب معرکۂ بدر پیش آیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے شریک جہاد ہونے کی اجازت دی جائے میں مریضوں کی تیمار داری کروں گی۔

غزوۂ خیبر میں بغیر جبر و اکراہ کے متعدد عورتیں شریک جہاد ہوئیں آپ کو ان کا حال معلوم ہوا تو بلا بھیجا اور ناراضی کے لہجے میں پوچھا تم کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ بولیں یا رسول اللہ ہم اون کاتتے ہیں اور اس سے خدا کی راہ میں اعانت کرتے ہیں ہمارے ساتھ زخمیوں کے دوا علاج کا سامان ہے لوگوں کو تیر اٹھا اٹھا کے دیتے ہیں اور ستو گھول گھول کے پلاتے ہیں۔

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں جو آپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوتی تھیں اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھیں کھانا پکاتی تھیں مریضوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

غزوۂ احد میں خود حضرت عائشہ شریک تھیں اور وہ اور حضرت ام سلیمؓ اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کے لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔

حضرت ربیع بنت مسعودؓ کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک ہوتے تھے پانی پلاتے تھے مجاہدین کی خدمت کرتے تھے اور مدینہ تک زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا اٹھا کے لاتے تھے۔

अन्तर्राष्ट्रीय साक्षरता दिवस समारोह

8 सितम्बर, 1993

सम्पूर्ण साक्षरता अभियान के आयाम

0-- सम्पूर्ण साक्षरता अभियान एक क्षेत्र आधारित समयबद्ध कार्यक्रम है।

0-- साक्षरता के पक्ष में जनमत तैयार करने का दिवस है।

0-- साक्षरता मानव संसाधान को विकसित करने का सबसे सशक्त माध्यम है।

0-- सम्मपूर्ण साक्षरता अभियान मे स्वयंसेवी स्वैच्छिक संगठनों एवं अन्य संस्थाओं का महत्वपूर्ण योगदान अपेक्षित है । अनेक स्वैच्छिक एवं शैक्षिक संस्थायें क्षेत्र आधारित साक्षरता अभियान में भागीदार बन रही हैं।

0-- इस अभियान को सफल बनाने हेतु विभिन्न विकास विभागों की भूमिका महत्वपूर्ण होगी ।

0-- कार्यक्रम में महिलाओं की समानता की शिक्षा पर विशेष बल दिया जाता है।

0-- अनुसूचित जाति, अनुसूचित जनजाति एवं/पिछड़े वर्ग की साक्षरता पर विशेष बल दिया जाता है ।

0-- उत्तर प्रदेश में सम्प्रति 15 जनपदों में सम्पूर्ण साक्षरता अभियान कार्यक्रम संचालित किया जा रहा है और शेष जनपदों में कार्यक्रम शीघ्र प्रारम्भ होने की योजना है ।

0-- राज्य में उत्तर साक्षरता एवं सतत् शिक्षा हेतु 4365 जन शिक्षण निलयमों का संचालन किया जा रहा है।

0-- समाचार पत्र, पत्रिकाओं, रेडियो, टी0वी0, जैसे प्रभावी जन सम्पर्क माध्यम का सहयोग महत्वपूर्ण होगा।

0-- यह राष्ट्रीय विकास में योगदान का दिवस है ।

0-- 8 सितम्बर, निरक्षरता उन्मूलन का संकल्प दिवस है।

सूचना एवं जनसंपर्क विभाग, उत्तर प्रदेश द्वारा प्रसारित

محترمہ خیر النساء صاحبہ بہتر

نصیحت کے پھول

ہر لڑکی کا واسطہ پہلے میکہ سے پڑتا ہے پھر سسرال سے، جن لڑکیوں کی شادیاں نہیں ہو پاتیں یا شادی سے پہلے فوت ہو جاتی ہیں ان کا تعلق تو سسرال سے نہیں ہوتا لیکن عموماً لڑکیوں کو شادی کے بعد سسرال جانا پڑتا ہے اور سسرال والوں سے ہر ہر موقع پر واسطہ پڑتا ہے، اگر لڑکی ہونہار ہے میکہ کی تعلیم و تربیت سے خوش اخلاق و ملنسار اور خدمت گزار بن چکی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ جو اب سے پہلے غیر تھے بڑی اچھی طرح نباہ ہو سکتا ہے اور زندگی نہایت اطمینان و سکون سے گزر سکتی ہے۔ سسرال والے اس کو سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھیں گے، لیکن اگر وہ میکہ میں سگھڑ نہیں بنائی گئی اور اس کو بات چیت رہن سہن کے آداب اور ایک دوسرے کے حقوق نہیں بتائے گئے ہیں تو اس کو بجائے آنکھوں کا تارا بننے کے سر کا بوجھ بن کر زندگی گزارنا ہوگی۔ اس لیے ہر لڑکی کو ہنر مند دست کار، دوسروں کی خدمت گزار، بڑوں کی خادم، چھوٹوں پر شفیق بننا چاہیے، یہی وہ گر ہیں جو زندگی کو خواہ میکہ کی ہو یا سسرال کی خوش و خرم بناتے ہیں۔ اب سنو! میں تم کو بتاتی ہوں کہ دونوں جگہ تم کو کس طرح رہنا چاہیے اور تم پر کس کس کے حقوق ہیں۔

والدین کے حقوق

ماں باپ کی خدمت اچھی طرح سے کرو ان کو کسی وقت تکلیف نہ دو، کھانے پینے کا پورا خیال رکھو، اگر کسی وقت خفا ہوں تو آنکھیں چار نہ کرو، آج کل کی لڑکیاں والدین سے دو بدو گفتگو کرتی ہیں یہ بڑی بے ادبی کی بات ہے، خدا اور رسول کے بعد انھیں کا درجہ ہے گناہ کی بات میں ان کی بات نہ مانو مگر اپنے حسن سلوک اور ادب و احترام سے ان کا دل موہ لو۔

شرم و حجاب

اپنے رشتہ کے بھائیوں سے بے باک نہ ہو، آنکھوں سے آنکھیں ملا کر بات نہ کرو، ہنسی مذاق تو دور کی بات ہے کسی غیر شخص کا راگ سننا خواہ وہ پردے میں ہو گناہ کی بات ہے، آنے جانے والوں کے سامنے اس طرح نہ پھرو کہ ان کی نگاہیں تم پر پڑیں۔

ایسی کتابیں جو بد اخلاقی پھیلاتی ہوں ایسے رسالے جو بے باک بناتے ہوں گھر میں نہ آنے دو، عام طور پر لڑکیاں اب ناول کی ایسی عادی ہیں کہ اگر کسی وقت نہ ملے تو گویا فاقہ ہے اس سے خدا کے لیے باز رہو ان کو پڑھ کر اپنے دلوں کو بے غیرت اور نگاہوں کو آوارہ نہ کرو۔ اپنی عزت اور ناموس و حرمت کا پاس رکھو، غزل خوانی کا شوق نہ رکھو، اگر پڑھنا ہی ہے تو مناجات و سلام سے دل لگاؤ۔ پہلے تو گانے والیاں گھروں میں گھس بھی نہیں سکتی تھیں یہ انقلاب زمانہ ہے کہ آج شریف بہو بیٹیاں دوسروں کے سامنے خود ناچتی گاتی ہیں۔ غور تو کرو کس قدر فرق آگیا ہے اب عالم ہی نیا ہے نہ وہ دن ہیں نہ وہ راتیں نہ وہ صورتیں ہیں نہ وہ سیرتیں بلکہ اب تو خواب پریشاں ہے یہ سب بد خیالی کا نتیجہ ہے۔

چھوٹوں سے محبت

جو تم سے چھوٹے ہیں ان سے محبت سے

پیش آؤ، ان کی فرمائش پوری کرو، ان سے لڑو جھگڑو نہیں، نرمی سے کام لو، پڑھنے لکھنے کا شوق دلاؤ، سویرے اٹھا کر ہاتھ منھ دھلاؤ، نماز کی تاکید کرو، اچھی باتیں سکھاؤ اور ان کو اپنا گرویدہ بنا لو۔

بڑے بھائی بھاوج اور بہن

بھائی ہو یا بہن دونوں کے ساتھ تہذیب سے پیش آنا لازم ہے ان کی رائے سے کام کرو، بھاوج سے حقیقی بہن کی طرح پیش آؤ، جو کام کرو خوش مزاجی سے کرو، بدگمانی کا موقع نہ دو اگر کوئی بات پیش آجائے تو ماں باپ سے شکایت نہ کرو، ذرا ذرا سی بات کہنے کی عادت نہ ڈالو، ورنہ سسرال میں گزر مشکل ہو جائے گی۔

معاملہ کی صفائی

معاملہ ہر ایک سے صاف رکھو، اول تو قرض نہ لو لیکن اگر مجبوراً لینا ہی پڑے تو جلد ادا کر دو خواہ ماں ہی کا معاملہ ہو، ٹال مٹول کرنا بد معاملگی کی بات ہے، اسی طرح تیز بولنا لڑائی جھگڑا کرنا شکوہ و شکایت کرنا بہت گندہ کام ہے اسی طرح ہر وقت منھ بنا کر بیٹھنا اور گویا ہر ایک سے روٹھ کر رہنا بد اخلاقی کی بات ہے۔

سگھڑ پن

ہاتھ پاؤں توڑ کر پلنگ پر نہ بیٹھو بلکہ ہر کام میں اپنی ماں، خالہ، بڑی بہن، بھاوج کے ساتھ شرکت کرو، کھانا پکانا، گھر کی صفائی سلائی، مہمانوں کی خاطر داری کرتی رہا کرو، اگر تم ادھر سے غافل رہیں تو کل سسرال میں روتے نہ بنے گا، اس کا انتظار نہ کرو کہ ماں بہن تم کو بلائیں از خود ان کے کاموں میں شریک ہو بلکہ خود ان کا کام کرو، اس طور پر تم کو کام کا سلیقہ آجائے گا۔

خالی وقتوں میں پڑھنے لکھنے میں جی لگاؤ، خود پڑھو، اگر پڑھنا جانتی ہو تو دوسروں کو تعلیم دو، محلہ کی لڑکیاں آئیں ان کو پڑھاؤ ان کو گھر گرہستی سکھاؤ، اس سے تم کو بھی اور ان بچیوں کو بھی فائدہ ہوگا۔

یہ تمام باتیں اگر کر لوگی اور ایسی اچھی عادتیں اختیار کر لوگی تو سسرال میں تم سکھی رہوگی۔

اب میں تم کو سسرال کے طور طریقے بتاتی ہوں۔ سسرال تمہارے لیے نئی جگہ ہوگی، نہ وہاں ماں جیسی محبت کرنے والی ملے گی جو تمہاری غلطیوں پر پردہ ڈالے، نہ باپ ہوں گے جو تمہاری فرمائش پوری کریں، نہ بھائی بہن ہوں گے جو تمہارا کام کریں، کچھ دنوں تو تم بالکل غیر ماحول میں رہوگی پھر رفتہ رفتہ اجنبیت دور ہوگی۔ اول اول وہ تمہاری ہر بات غور سے دیکھیں گی پھر مانوس ہوں گی اس لیے تم شروع شروع چوٹی کھاؤ، ناک بھوں نہ چڑھاؤ، مدت تک بالکل گھونگھٹ میں نہ رہو کہ گھر کی خبر نہ ہو کون آیا کون گیا، نہ ایسا ہی ہو کہ آتے ہی کام کرنے لگو اور ساس نندوں کو کوئی چیز نہ سمجھو ورنہ ان کی نگاہوں میں سبک ہو جاؤ گی اور رفتہ رفتہ وہ کنارا کر لیں گی۔

ساس نندوں سے برتاؤ

ساس سسر کو ماں باپ کی طرح جانو اور نندوں کو بہنوں کی طرح، تم جو کرو ان کی رائے سے کرو، جو چیز تمہارے میکے سے آئے وہ تم اپنی ساس نندوں کے پاس بھیج دو، ان کی موافق کپڑے پہنو، ان سے حساب نہ لو، فرصت میں کچھ دیر ان کے پاس اٹھو بیٹھو اور ان کے کاموں میں شریک رہو، چھوٹی نندوں کو پاس بٹھا کر محبت سے کام سکھاؤ

عام سسرال والوں سے سلوک

جو تم سے ملنے آئے اس کی خاطر کرو، رشتوں کو پہچانو اور ان کے حقوق ادا کرو، نئے رشتوں کا لحاظ رکھو، ایسا نہ ہو کہ کوئی آئے اور تم سے آزردہ ہو کر واپس جائے، دین کی باتیں سکھاؤ، دست کاری سکھاؤ، تم جیسا کرو گی ویسا تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔

شوہر کا حق

سب سے بڑا حق شوہر کا حق ہے حضور نے اس حق کی بڑی تاکید کی ہے جس کے ساتھ

تمھاری شادی ہوا اس کا غم وخوشی میں ساتھ دو مفلس ہو تو تنگی سمجھو جو کہے اس کے خلاف نہ کرو، ہر وقت آرام کی فکر رکھو جب وہ گھر آئے تو آتے ہی کوئی تردد والی بات نہ کہو معلوم نہیں کس خیال میں آئے ہوں اور کیا خیال پیدا ہو جائے، بعض بیبیاں شوہر کے آتے ہی تمام قصہ کہہ سناتی ہیں، اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا دشوار ہو جاتا ہے، آخر وہ بے کھائے اٹھ جاتے ہیں ایسی عقل سے خدا بچائے، اگر خدا نے تم کو ذرا بھی عقل دی ہے تو تم ان کے غم غلط کرو، مصیبت بٹاؤ، آرام دو، اگر قرضدار ہوں تو اپنی دستکاری سے ان کا قرض چکا دو، ان پر اپنا احسان نہ رکھو، اگر کوئی غلط بات کرتے دیکھو تو عقل و ہنر سے ان کو متنبہ کردو لٹھ نہ مار دو یا سختی سے وقت بے وقت نہ کہو کہ الٹا اثر پڑے، ہنر مند اور عقل مند بیبیاں سخت سے سخت دل شوہروں کا رخ پھیر دیتی ہیں ایسا کرو کہ سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ وہ خوش بھی رہیں اور تمھاری بات بھی مان لیں۔

حُسن انتظام

سب سے بڑا کام حسن انتظام ہے سلیقہ ہے تو گھر جنت کا نمونہ بن جائے گا اگر بدسلیقگی ہے تو جہنم کا نمونہ۔ گھرداری یہ نہیں ہے کہ گھر میں جو چیز ہو سر پر اٹھا کر رکھ لو یا صندوقچہ سے روپیہ نکال کر جنس منگالو اور کھا پی کر سو رہو کتا بلی آئے یا چور تمھاری بلا سے گھرداری کے لیے عقل، ہمت، اخلاق و مروت سلیقہ شعاری اور بردباری ضروری ہے سب سے پہلے گھر گرہستی کا سامان مہیا کرو، کسی چیز کی کمی نہ ہو اس لیے کہ آج نہیں تو کل گھر کی مالک ہو گی، لینا دینا گھر کی مرمت صفائی تمھارے ذمہ ہو گی گھر کے لیے ضروری ہے کہ تم چارپائیوں، برتن وغیرہ جنس اور اس کے علاوہ سارے ایسے سامان جن کی روزانہ ضرورت پڑتی ہے مہیا کرو اور ان کی حفاظت کرو، غافل رہو گی تو چوری ہو جائے گی یا پھوہڑ بنو گی تو ادھر سے ادھر ہو جائیں گے جنس رکھنے کی الگ جگہ رکھو تا کہ گڑبڑ نہ ہو۔

تربیت اولاد

اولاد کی تربیت بہت ضروری ہے اور دشوار بھی، بدسلیقگی سے اولاد بگڑتی ہے، حسن سلیقہ سے اولاد بنتی ہے، جس طرح تمھارے ذمہ ان کو کپڑا پہنانا ہے اور کھانا کھلانا ہے اسی طرح تمھارے ذمہ ان کی تعلیم و تربیت ہے سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے اعمال، اخلاق، طور و اطوار درست کر و پھر اپنے بچوں کو سکھاؤ۔ بچوں کی ابتدا خدا کے نام پر کرو کوئی اور لفظ نہ کہنے پائیں۔ بری صحبت سے ان کو بچاؤ، ان کی ضد پوری نہ کرو نہ زیادہ مارو نہ لاڈ پیار سے رکھو دونوں طریقے غلط ہیں۔ بچیوں کو کاہل نہ بناؤ، ان کو دستکاری سکھاؤ، ان سے کھانا پکواؤ، کپڑے سلواؤ، اور گھر کا کام کراؤ اور ان پر اپنی نگاہ رکھو تا کہ وہ تمھارے اشارے پر چلیں، مار پیٹ کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

علاج

جس گھر میں بچے ہوں گے بیماری آزاری ہو گی لیکن اگر توجہ سے کام لو گی ان کی صفائی کا خیال رکھو گی تو بیماری نہ بڑھے گی، ذرا سی کوئی شکایت ہو فوراً علاج کرو، علاج میں غفلت نہ کرو ورنہ بیماری خطرناک بھی بن سکتی ہے، موٹے موٹے نسخے گھر میں رکھو تاکہ علاج میں پیسہ زیادہ نہ خرچ ہو جیسے چورن، کان کے درد کی دوا، آشوب چشم کی دوا وغیرہ وغیرہ۔

چند نصیحتیں

مہمانوں کا اکرام، صلہ رحمی، ماماؤں سے اچھا برتاؤ، یہ سب چیزیں اختیار کرو۔ آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرو چاہے سوکھی روٹی کھانا پڑے ورنہ اس سے بدتر حال ہو گا۔ زیادہ گھومنا پھرنا شادیوں میں عاریتہً زیور لے کر شریک ہونا زندگی کو خراب کرنا ہے

اب آخر میں بتاتی ہوں کہ خود اپنی بھی فکر کرو، خدا کو یاد کرو، اپنے اوقات کو اس طرح تقسیم کرو کہ ایک وقت قرآن شریف کی تلاوت کرو، خدا کا ذکر کرو، چلتے پھرتے تسبیح پڑھو، ہر ضرورت کے وقت خدا سے دعا کرو،

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

کامیاب زندگی

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (نحل ۱۹)

ترجمہ: جس نے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت اور وہ یقین پر ہے تو اس کو ہم جِلا دیں گے اچھی زندگی اور بدلے میں دیں گے ان کو حق ان کا بہتر کاموں پر جو وہ کرتے تھے۔

انسانوں، مردوں اور عورتوں کی خواہشات اور تمناؤں کا کوئی شمار نہیں کر سکتا، جتنے دل اتنے ارمان، بلکہ ایک دل ہزار ارمان، اسی طرح انسانی ضروریات کا کوئی شمار نہیں لیکن اگر کہا جائے کہ وہ کون سی انسانی خواہش ہے جس پر دنیا کے انسانوں کی سب سے بڑی تعداد متفق ہو سکتی ہے اور زندگی کی وہ کون سی ضرورت ہے جس پر زیادہ سے زیادہ آدمی جمع ہو سکتے ہیں تو اس کا جواب یہی ہو گا "اچھی زندگی"

آج دنیا کی ساری جد و جہد، دوڑ دھوپ، محنت و سرگرمی اور بھاگ دوڑ اسی لیے ہے کہ "اچھی زندگی میسر آجائے" اسی لیے حصول دولت کی کوشش ہے اسی لیے صحت کی تمنا اور اسی لیے عزت و قوت کا شوق، تعلیم و تربیت، اخلاق، علم و فن، تہذیب و شائستگی نظم و انتظام، حکومت و ریاست، آئین و قانون سب کا حاصل و مقصود یہی ہے کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اچھی زندگی میسر آئے اور قائم رہے۔

لیکن اچھی زندگی کیا ہے؟ صرف دولت مند اور سرمایہ دار بن جانا، صرف تندرست اور طاقت ور رہنا، صرف عزت و وجاہت کا حصول، صرف حکومت و سلطنت کا مالک ہونا کافی نہیں ہے، لاکھوں دولت مند معزز، تندرست، شہ زور، صاحب حکومت و اختیار ہیں جو اچھی زندگی کی نعمت اور لذت سے محروم ہیں اور اچھی زندگی کو ترستے ہیں ظاہری چیزوں کا جو پردہ ان کے حالات پر پڑا ہوا ہے اگر وہ ہٹ جائے تو ان کی زندگی رشک سے زیادہ ہمدردی کی مستحق نظر آئے اور خود ان کو کبھی کبھی اگر اپنی روداد غم سنانے کا بے تکلفی کے ساتھ موقع ملے تو معلوم ہو کہ ان میں سے اکثر عیش کے بجائے بڑے دکھ اور عذاب میں مبتلا ہیں ان میں بہت سے ایسے افراد نظر آئیں گے جن کو زندگی کا اصل سکون حاصل نہیں، بہت سے ایسے ملیں گے جن کو یہ غم کھائے جاتا ہے کہ یہ سب بہاریں چار روز کی اسی زندگی تک ہیں، مرنے کے بعد ان کو کچھ نظر نہیں آتا، بہت سے ایسے ملیں گے کہ ان کو جو کچھ حاصل ہے وہ ان کی نظر میں بجتا نہیں اور جس کا ان کو لالچ ہے وہ ان کو ملتا نہیں بہت سے ایسے ملیں گے جن کی ہوس دولت و عزت ان کو کسی وقت چین سے بیٹھنے میٹھی نیند سونے اور آرام سے کھانے کا موقع نہیں دیتی، ایک بے زبان جانور کی طرح ان پر بہتات کی حرص سوار ہے جو ان کو کوڑے مار مار کر سرپٹ دوڑاتی ہے اور دم نہیں لینے دیتی۔ بہت سے ایسے ملیں گے جو حقیقی محبت، حقیقی سادگی اور فطری احساسات سے محروم ہیں اور ان کی زندگی بالکل مشینی اور مصنوعی ہے۔ بہت سے ایسے ملیں گے جن کی ساری محنت دوسروں کے لیے ہے اور اس محنت کے نتائج میں

ان کا حصہ یا تو بالکل نہیں ہے یا بہت کم ہے بہت سے ایسے ملیں گے جن کا تعلق اس دنیا اور اس کی نعمتوں سے اس سے زائد نہیں ہے جتنا ایک چوپائے اور جانور کا ہوتا ہے جس کو سوائے دانہ پانی کے کسی اور چیز سے سروکار نہیں ہوتا، نہ وہ روح کے ذائقہ سے آشنا، نہ وہ قلب کی لذت سے واقف ہیں۔ بغرض خالص اس دنیاوی زندگی کے اعتبار سے بھی وہ اسی طرح خوش حال اور فارغ البال نظر نہیں آتے اور ان کی زندگی کسی معنی میں بھی حیات طیبہ کہلانے کی مستحق نہیں۔

درحقیقت ایک ایسی ہستی کے لیے جو جسم و روح اور قلب و دماغ کا مجموعہ ہے اور جس کو چوپایوں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح مرکر فنا نہیں ہو جاتا ہے جس کی صلاحیتیں جس کے احساسات اور تمنائیں جس کی ہمت و طلب بتاتی ہے کہ اس کی زندگی اور اس کی ترقی اسی دنیا تک محدود نہیں ہونی چاہیئے ایسے انسان کے لیے وہی زندگی "حیات طیبہ" ہو سکتی ہے جس میں اس کو اپنے آغاز و انجام کا علم بھی ہو اور فکر بھی اور دونوں کی خوشحالی کی ضمانت بھی جب تک زندہ رہے اس کو قلب کا سکون دماغ کا اطمینان اور روح کا ذائقہ نصیب ہو اور جب دنیا سے جائے تو ایک بہتر زندگی اس کا استقبال کرے اور اس کے لیے نئی ترقیوں کا دروازہ کھل جائے اور اس کا پیدا کرنے والا ان محبت بھرے لفظوں میں اس کی روح کا استقبال کرے۔

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

(ترجمہ) اے جی چین پکڑے! پھر چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر مل میرے بندوں میں اور بیٹھ (داخل ہو جا) میری بہشت میں۔

اس طرح اس کے لیے دنیا بھی جنت اور آخرت بھی جنت، یہ بات ایمان و یقین اللہ کے بتائے ہوئے اور پیغمبروں کے سکھائے ہوئے طریقہ اور اصولِ زندگی کے بغیر جس کے مجموعہ کا نام آسمانی زبان میں ایمان اور عمل صالح ہے حاصل نہیں ہو سکتی، یہی وہ طاقت ہے جو انسان میں مصائب و حوادث کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ گدائی میں بادشاہی فقر و فاقہ میں سرفرازی، فقیری میں تونگری قید و اسیری میں آزادی تلخی و کڑواہٹ میں حلاوت و شیرینی کی کیفیت پیدا کرتی ہے اور ہر زخم پر مرہم رکھتی ہے اور ہر نقصان اور کمی کا بدلہ اور تلافی کرتی ہے جن لوگوں کو اللہ یہ دولت دیتا ہے ان کو اسی دنیا میں جو دوسروں کے لیے جہنم زار ہوتی ہے جنت کی ہوائیں آتی ہیں اور وہ مرنے سے پہلے جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھ لیتے ہیں یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝

(ترجمہ) تحقیق جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر ٹھہرے رہے ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جس کا تم کو وعدہ تھا۔ ہم ہیں تمھارے رفیق، دنیا میں اور آخرت میں اور تم کو وہاں ہے جو چاہے جی تمھارا۔ اور تم کو وہاں ہے جو منگواؤ، مہمانی ہے اس بخشنے والے مہربان سے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ دولت دی ان کا یہ حال تھا کہ جیتے جی ان کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ جنت کا لطف آ رہا ہے حالانکہ ان کو دیکھنے میں کوئی عیش حاصل نہیں تھا، ان میں سے بعض بعض کسی وقت پکار اٹھتے تھے "خدا کی قسم ہم کو ایسا عیش حاصل ہے کہ اگر بادشاہوں اور امیروں کو خبر ہو جائے تو وہ ہمیں چین سے نہ بیٹھنے دیں اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں"۔ ان میں سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ "میرے مخالف میرا کیا بگاڑ لیں گے اور مجھ سے کیا چھین لیں گے، میری جنت تو میرے سینے کے اندر ہے" ان کو اس زندگی ہی میں "رضا" کی دولت حاصل تھی اور موت اور اس کے بعد کا عالم ان کے لیے خوف اور وحشت کی چیز نہیں بلکہ انتظار و اشتیاق کی چیز تھی، ان میں سے بہت سے لوگ اس کے لیے مشتاق پائے گئے، جیسے کسی کو عید کا انتظار ہو یا کسی روزہ دار کو افطار کی گھڑی کا اشتیاق ہو۔ ایک صحابی (حضرت بلالؓ) کی تکلیف دیکھ کر ان کے کسی عزیز کی زبان سے نکلا کہ واکرباہ (ہائے کتنی تکلیف ہے) انھوں نے اس کا بے ساختہ جواب دیا واطرباہ غدا ألاقی الاحبہ، محمدا وحزبہ (واہ کیا سرورستی کا وقت ہے، کل میں اپنے دوستوں سے ملوں گا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے)

بس حیات طیبہ وہ ہے جس میں جیتے جی سکون و اطمینان، رضا کی کیفیت، آسودگی اور خوشحالی اور مرنے کے بعد اپنی اور مالک دونوں کی رضامندی ہو (رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ) جنت کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ خوف ہوگا نہ حزن، یعنی نہ آئندہ کا کھٹکا، نہ پچھلے کی کھٹک، اور یہی کھٹکا اور کھٹک جس نے یہاں کی زندگی کو بے مزا اور مکدر بنا رکھا ہے، زندگی کا گلدستہ کتنی ہی احتیاط اور دیکھ بھال سے بنائیے خوف و حزن کے کانٹے نظر بچا کے چلے ہی آتے ہیں اور زندگی کے اس خوشنما اور دلفریب گلدستہ کو بے خار اور بے آزار نہیں رہنے دیتے، اللہ کا دیا سب کچھ ہے مال، اولاد، عزت حکومت اور سب سے بڑھ کر صحت، لیکن ماضی کا غم ہے کہ کھائے جا رہا ہے اور مستقبل کا خطرہ ہے کہ گھلائے جا رہا ہے۔ جنت کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہاں ہماری جان کے یہ دشمن پہنچنے نہیں پائیں گے، وہاں نہ خوف ہوگا اور نہ غم، بے شک یہ جنت کی خصوصیت ہے لیکن حقیقی ایمان اور رضا کی دولت حاصل ہو تو یہ خصوصیت اس زندگی کی طرف ہی منتقل ہو جاتی ہے اور گویا جنت کی زندگی کا سایہ اس زندگی پر پڑنے لگتا ہے اور ایک ایسی زندگی حاصل ہو جاتی ہے جس میں نہ خوف ہوتا ہے نہ غم، پھر حقیقی جنت سے جتنی مناسبت بڑھتی جاتی ہے یہ کیفیت ترقی کرتی جاتی ہے یہاں تک کہ آدمی کے لیے اس کی محدود اور بظاہر تاریک زندگی اور اس کا غریب خانہ جنت ارضی بن جاتا ہے اور کسی وقت مست ہو کر کہنے لگتا ہے

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است ہمین است و ہمین است

خوف و حزن، شکوہ و شکایت، رشک و حسد، غصہ و رنجش اور وہ تمام اخلاق رذیلہ جو انسانی زندگی کو مسلسل عذاب اور ہمیشہ رہنے والا ناسور بنا دیتے ہیں بالکل ختم ہو جاتے ہیں اور اس گھر یا خاندان یا معاشرہ یا سوسائٹی کا حال وہی ہو جاتا ہے جو کسی نے جنت کے متعلق کہا ہے۔

بہشت آں جا کہ آزارے نہ باشد
کسے را با کسے آزارے نہ باشد

قرآن مجید اعلان کرتا ہے کہ حیات طیبہ اور اچھی زندگی کی یہ نعمت ہر اس مرد اور عورت کو حاصل ہو سکتی ہے جس کے اندر دو صفتیں پائی جاتی ہیں یقین و تعلق اور اللہ کے بتائے ہوئے اور پیغمبروں کے برتے ہوئے طریقے اور اصولوں کے مطابق زندگی گزارنا جس کو قرآن مجید کی اصطلاح میں ایمان و عمل صالح کہتے ہیں، اس میں نہ کسی قوم کی تخصیص ہے نہ کسی خاندان کی، نہ مرد کی خصوصیت نہ عورت کی، نہ امیر کی شرط ہے نہ غریب کی، جو ان دو صفتوں کو اپنے اندر پیدا کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا قطعی وعدہ ہے جس نے اس کو "لَنُحْيِيَنَّهُ" (ہم ضرور ضرور اس کی زندگی گزروائیں گے) کے تاکیدی صیغے سے ادا کیا ہے کہ اس کو حیات طیبہ کی دولت عطا کی جائے گی۔ اس حیات طیبہ سے بڑھ کر دنیا میں اور کون سی نعمت ہے اور یہ حیات طیبہ تمدن اور ترقی کے اس دور میں کیسی نایاب اور عنقا ہے، ایشیا میں بھی یہ جنس کمیاب ہے اور یورپ و امریکہ میں بھی نایاب، غریب بھی محروم ہیں اور امیر بھی، عالم و جاہل سب اس کے لطف سے ناآشنا

بچوں میں کہنا ماننے کی عادت کیسے ڈالیں

جعفر مسعود ندوی

اکثر ماؤں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ ان کی اولاد ان کا کہنا نہیں مانتی جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی الجھن کا شکار اور ذہنی کوفت میں مبتلا رہتی ہیں حالانکہ اس مسئلہ کا حل اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ وہ سمجھتی ہیں۔ درج ذیل مضمون میں کچھ اسی قسم کی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں جو اولاد کے اندر اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کرنے میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

پہلی مثال

خلیل دس سال کا ایک لڑکا ہے جو اپنے دوست کے گھر جانے کے لیے اپنی والدہ سے اجازت مانگ رہا ہے والدہ سے اجازت حاصل کر لینے کے بعد وہ اپنے دوست سے ملاقات کرنے کے لیے اس کے گھر روانہ ہو جاتا ہے لیکن بجائے اس کے وہ پانچ بجے لوٹتے جیسا کہ اس نے اپنی والدہ سے وعدہ کیا تھا وہ چھ بجے لوٹتا ہے اب اس کی والدہ کو اس کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے اور اس کی تاخیر پر اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے اس کے دو طریقے ہیں (۱) اس کے آتے ہی اپنی خفگی کا اظہار کرے وعدہ خلافی پر اس کی سرزنش کرے اور یہ کہے کہ وعدہ خلافی تو تمھاری عادت ہے تم نے کبھی وقت کی پابندی نہیں کی، اب کی تم لیٹ آ کر دیکھو۔ (۲) خاموشی اختیار کرے اور اس کو اس بات کا احساس بھی نہ ہونے دے اس نے کوئی غلطی کی ہے، اس کو موقع دے کہ وہ لباس وغیرہ تبدیل کر لے، تھکا ہو تو سستا لے، بھوکا ہو تو کھانا کھا لے، اور کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس سے فراغت حاصل کر لے اور سکون و اطمینان کے ساتھ رات گزارے، اگلے دن جب وہ دوبارہ اپنے کسی دوست سے ملنے کے لیے والدہ سے اجازت طلب کرے تو ماں یہ کہتے ہوئے اس کو جانے سے روک دے کہ چونکہ تم وعدہ پورا نہیں کر پاتے ہو لہذا آج میں تم کو جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔

سمجھانے کا یہ سنجیدہ طریقہ پہلے طریقہ سے کہیں بہتر ہے جس میں چیخ و پکار مچتی ہے ماں کی ذہنی کوفت گھٹنے کے بجائے اور بڑھتی ہے، لڑکے کے اندر محاذ آرائی اور ہٹ دھرمی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور ماں کے طرز عمل میں لڑکے کو ایک اجنبی عورت کا عکس نظر آتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی ماں سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

دوسری مثال

ایک لڑکا ہے رشید اس کا نام ہے عمر لگ بھگ دس سال ہے، ایک بلی اسے پسند ہے جس کو وہ پالنا چاہتا ہے، والدہ کو اس کا بلی پالنا پسند نہیں، لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتی کہ بچہ کی خواہش کا ایک دم سے گلا گھونٹ دے اور اپنے کو ایک سخت اور سنگ دل ماں کے روپ میں پیش کرے، چنانچہ سنجیدگی کے ساتھ وہ اس مسئلہ کا حل تلاش کرتی ہے اور اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ بچہ کی یہ خواہش وقتی ہے جو چند ہی دنوں میں اس کے دل سے نکل جائے گی اور جلد ہی نوبت یہاں تک آ جائے گی کہ بچہ بلی کی طرف سے لاپرواہی برتنے لگے گا اور بالآخر وہ بلی اس کی لاپرواہی کا شکار ہو جائے گی اور اس طرح بلی سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا چنانچہ ماں نے بچہ کی بات مان لی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے ایک شرط یہ بھی لگا دی کہ بلی کی دیکھ بھال تنہا رشید کے ذمہ ہو گی اور والدہ کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو گا اگر رشید بلی کی دیکھ بھال میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کا نقصان بھی اس کو اٹھانا ہو گا۔ رشید والدہ کی یہ شرط تسلیم کر لیتا ہے۔ شروع میں تو وہ بلی کا بڑا خیال رکھتا ہے اور اس کی دیکھ بھال میں بڑی سرگرمی دکھاتا ہے، لیکن آہستہ آہستہ بلی سے اس کا تعلق کم ہونے لگتا ہے اور بعض وقت تو وہ بلی کو کھانا اور پانی تک دینا بھول جاتا ہے چنانچہ ایک وقت وہ آتا ہے کہ بھوک اور پیاس سے وہ بلی جان دے دیتی ہے۔ ماں کو جب بلی کی موت کا علم ہوتا ہے تو فوراً آگ بگولہ نہیں ہوتی اور نہ ہی رشید کی لاپرواہی پر اس کو ملامت کرتی ہے اور نہ ہی اس کو ظالم اور قاتل جیسے خطابات سے نوازتی ہے بلکہ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اس سے کہتی ہے کہ میرے اور تمھارے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا کہ تم بلی کی دیکھ بھال کرو گے اور اس کو کسی بھی طرح کی تکلیف نہ ہونے دو گے اس معاہدہ کو پورا کرنے میں تم ناکام رہے جس کی وجہ سے ایک بلی کی جان گئی۔ لہذا اب آئندہ میں تم کو بلی وغیرہ پالنے کی اجازت نہ دوں گی۔ اس طرح رشید کو اپنی غلطی کا احساس ہو گا اور لاپرواہی پر ندامت و پشیمانی ہو گی اور وہ خود ہی دوبارہ کسی جانور کو پالنے سے توبہ کر لے گا۔

لیکن اگر رشید کی والدہ شروع میں سخت رویہ اپناتی اور رشید کی خواہش کو شروع ہی میں دبانے کی کوشش کرتیں تو ہو سکتا تھا کہ رشید بھڑک جاتا اور بغاوت پر آمادہ ہو جاتا اور ماں کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتا اور پھر یہی اس کی عادت بن جاتی دوسری طرف اس کو یہ بھی احساس ہوتا کہ والدہ اس کو چاہتی نہیں ہیں اور اس کے ہر کام میں رکاوٹ بنتی ہیں اور یہ بات اس کے لیے مضر ثابت ہوتی اور ماں کے لیے تکلیف دہ۔

یہاں پر ایک بات اور سمجھ لینا چاہیے کہ ماں کو اگر اپنے بچہ سے کوئی کام لینا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کام کی پوری وضاحت کرے مبہم انداز استعمال نہ کرے کیوں کہ ایسی صورت میں بچہ کام کو ٹھیک سے سمجھ نہیں پاتا اور وہ ناقص کام انجام دیتا ہے اور کام کو صحیح طور پر انجام نہ دینے کی وجہ سے اس کو ڈانٹا جاتا ہے اور کم عقلی کا طعنہ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے دماغ میں دو باتیں آتی ہیں ایک تو یہ کہ وہ کم فہم ہے چنانچہ وہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے دوسری یہ کہ کام کرنے اور نہ کرنے دونوں میں ڈانٹ کھانا پڑتی ہے چنانچہ وہ کام کے نام ہی سے بھاگنے لگتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر ماں یہ چاہتی ہے کہ یونس کا کمرہ صاف رہے تو اس کو یونس سے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اپنا بے ڈھنگا پن دور کرو اور کمرہ کو صاف ستھرا رکھو بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ یونس کے سامنے صفائی ستھرائی کی پوری وضاحت کرے مثلاً یہ کہے کہ دیکھو اپنے کپڑے الماری میں رکھو، جوتے پلنگ کے نیچے رکھو، کتابیں میز پر رکھو، پلنگ کی چادر میلی ہو تو اس کو تبدیل کر دو، میلے کپڑوں کو ادھر ادھر مت ڈالو بلکہ کوٹھری میں رکھ دو، اس طرح یونس کے اندر سلیقہ پیدا ہو گا اور بے ڈھنگے پن کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ سکے گا۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ماں سختی اور پختگی کے فرق کو سمجھے، پختگی یہ ہے کہ ماں جو فیصلہ کرے اس پر قائم رہے، جو معاملہ طے کرے اس کو پورا کرے اور اپنے موقف سے ذرا بھی پیچھے نہ ہٹے درج ذیل مثال سے پختگی کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

بشریٰ نو سال کی ایک بچی ہے جو اپنی سہیلی کے گھر ایک پارٹی میں مدعو ہے، پارٹی سے ایک روز قبل جب وہ اپنی والدہ سے پارٹی میں جانے کے لیے اجازت چاہتی ہے تو اس کی ماں اس کو اس شرط کے ساتھ پارٹی میں شرکت کی اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنا ہوم ورک پارٹی میں جانے سے پہلے پورا

کرے ورنہ اس کو پارٹی میں جانے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ بشریٰ اس شرط کو منظور کر لیتی ہے لیکن وہ تھوڑی ہی دیر میں ماں سے کیے گئے وعدہ کو بھول جاتی ہے اور کھیل کود میں لگ جاتی ہے یہاں تک کہ جب پارٹی میں جانے کا وقت آجاتا ہے تو وہ دوڑتی ہوئی اپنی ماں کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اس کو اس کی سہیلی کے گھر پہنچا دے لیکن اس کی ماں اس کو سہیلی کے گھر پہنچانے سے انکار کر دیتی ہے کیونکہ بشریٰ نے وعدہ کی پابندی نہیں کی تھی اور اسکول کا کام گھر پر نہیں کیا تھا، بشریٰ یہ دیکھ کر اصرار کرتی ہے اور رونے لگتی ہے اور وعدہ کرتی ہے کہ آئندہ وہ ایسا نہیں کرے گی۔ بس اس مرتبہ جانے کی اجازت دے دی جائے لیکن ماں اس کے رونے سے متاثر نہیں ہوتی اور اپنے فیصلے سے پیچھے نہیں ہٹتی بلکہ وہ بشریٰ کی سہیلی کے گھر جاتی ہے اور بشریٰ کے نہ آنے پر اس سے معذرت کر لیتی ہے۔

اس طرح بشریٰ یہ سمجھ لیتی ہے کہ رونے سے کام نہیں چلتا اور اصرار سے ماں پر دباؤ نہیں ڈالا جا سکتا اور بات نہ ماننے کا نقصان پہنچ کر رہتا ہے۔

چوتھی مثال

محمد احمد پانچ سال کا ایک بچہ ہے ساتھیوں میں اس کی شہرت یہ ہے کہ وہ بہت لڑاکا ہے اور ذرا ذرا سی بات پر ہاتھ اٹھا لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کی ماں کو اکثر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ڈانٹ ڈپٹ اور سزاؤں کے بعد بھی محمد احمد اپنی حرکت سے باز نہیں آتا، ایسی صورت میں ماں کو کیا کرنا چاہیئے؟

ماں کو چاہیئے کہ وہ بچہ کو کہیں لے جانے کا پروگرام بنائے، مثلاً خالہ کے گھر، اور نکلنے سے پہلے بچہ سے کہہ دے کہ وہ وہاں جا کر کوئی شرارت نہیں کرے گا۔ اپنے خالہ زاد بھائیوں میں سے نہ تو کسی کو مارے گا نہ کسی کو چھیڑے گا اور نہ کسی کی کوئی چیز چھینے گا، اگر اس نے وہاں جا کر ایسی کوئی حرکت کی تو وہ فوراً اس کو واپس گھر لوٹا دے گی۔

محمد احمد اپنے خالہ زاد بھائیوں میں سے کسی کو بھی نہ مارنے کا وعدہ کر لیتا ہے لیکن خالہ کے گھر پہنچنے کے پانچ ہی منٹ بعد اس کا ہاتھ اپنے سے چھوٹی ایک خالہ زاد بہن پر اٹھ جاتا ہے ماں کو جب اس کی حرکت کی اطلاع ہوتی ہے تو وہ خاموشی کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑتی ہے اور اس کو لے کر گھر واپس آجاتی ہے نہ تو وہ اس کے رونے کی پروا کرتی ہے اور نہ چیخنے اور چلانے کی۔

اس واقعہ کے کچھ دن بعد ماں پھر محمد احمد کو لے کر بازار جاتی ہے اور جانے سے پہلے پھر محمد احمد سے کسی کو نہ مارنے کا وعدہ لیتی ہے لیکن محمد احمد بازار پہنچتے ہی اس وعدہ کو بھول جاتا ہے اور ایک چھوٹے سے لڑکے کو مار بیٹھتا ہے، ماں فوراً اس کو لے کر گھر روانہ ہو جاتی ہے وہ روتا ہے اور آئندہ نہ مارنے کا یقین دلاتا ہے لیکن ماں کے ارادہ کی پختگی میں اس کا رونا اثر انداز نہیں ہوتا۔ دو چار واقعات اس طرح کے پیش آجانے کے بعد محمد احمد کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی والدہ جو کہتی ہیں وہ کر گزرتی ہیں چنانچہ وہ اپنی اس مذموم حرکت سے باز آجاتا ہے کیونکہ اس کو سزا کا یقین ہوتا ہے یہ طریقہ علاج اگرچہ ماں کے لیے مشکل ہے لیکن اس کے جو نتائج سامنے آتے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے یہ مشکل بھی آسان ہے۔

اکثر ماؤں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ ان کے بچے صبح وقت پر بیدار نہیں ہوتے اسکول جانے کا وقت ہو جاتا ہے اور وہ آنکھیں ملتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ماں کو چاہیئے کہ رات کو جلد سونے اور صبح سویرے اٹھنے کے لیے ایک وقت مقرر کر دے اور لڑکے کے ذہن میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کرے کہ اب وہ بچہ نہیں ہے کہ اس کو اپنے ہر کام میں ماں کی ضرورت پڑے، اس کو چاہیئے کہ اپنے کام خود انجام دے، خود سے اٹھے، اسکول جانے کی تیاری کرے، اور وقت پر اسکول جائے اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کے نتائج کا خود ذمہ دار

اصلاحِ امت

مہمان کے آداب

۱۔ دعوت کو سنت سمجھ کر قبول کرے۔ بعض علما نے واجب بھی کہا ہے۔

۲۔ فرق نہ کرے امیر اور غریب ضیافت قبول کرنے میں آپ غلام وغیرہ کی بھی ضیافت قبول فرما لیتے تھے۔

۳۔ جب دعوت میں حاضر ہو تو جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے خصوصی جگہ کا طالب نہ رہے۔

۴۔ اگر دعوت کرنے والے کا مال حرام یا شبہ کا ہو تو ضیافت قبول نہ کرے اور کوئی عذر کر دے۔

۵۔ فاصلے کے دور ہونے کی وجہ سے ضیافت سے انکار نہ کرے۔

۶۔ روزہ دار ہونے کی وجہ سے انکار نہ کرے بلکہ حاضر ہو جائے اور دعا کر کے واپس آجائے۔

۷۔ اگر نفلی روزہ ہے تو میزبان کی خوشی کے لیے افطار بھی کر سکتا ہے۔ اور پھر اس کی دوسرے دنوں میں قضا کر لی جائے۔

۸۔ اگر معلوم ہو جائے کہ وہ ظالم یا فاسق یا شیخی کے لیے دعوت کر رہا ہے تو تب بھی عذر کر دے۔

۹۔ مہمان کے لیے یہ بات بھی جائز نہیں کہ وہ اتنا ٹھہرے کہ میزبان پریشان ہو جائے۔

۱۰۔ ہمیشہ خود ہی مہمان نہ بنیں بلکہ دوسروں کو بھی مہمان بنائیں۔

۱۱۔ اگر ضیافت کی وجہ سے کسی حرام یا مکروہ کام میں مشغول ہونا پڑتا ہو مثلاً سونے یا چاندی کے برتن میں کھانا پڑتا ہو تب بھی عذر کر دے۔

۱۲۔ مہمان شریعت کے خلاف کام دیکھے سمجھا دے اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو وہاں سے چلا آئے۔

۱۳۔ میزبان سے چیزوں کا تقاضہ نہ کریں جو سمجھ میں آئے کھا لے اس کو بے جا مشقت میں نہ ڈالیے۔

۱۴۔ اگر دعوت میں ناجائز کام ہو رہا ہو مثلاً گانا بجانا یا ڈھول یا تصویر بنائی جا رہی ہو تو ایسی دعوت میں شرعاً حاضر ہونا جائز نہیں۔

۱۵۔ جہاں پر عورتوں کا راستہ ہو وہاں نہ بیٹھے۔

۱۶۔ جہاں پر کھڑے ہو کر کھانا ہو تو کھڑے ہو کر کھانا نہ کھائے۔ بیٹھ کر انتظام ہو سکتا ہو تو کھائے ورنہ چھوڑ دے۔

۱۷۔ بہت زیادہ تاخیر سے نہ جائے کہ میزبان کو انتظار کرنا پڑے۔

۱۸۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب سعد بن عبادہؓ کے گھر پر روٹی اور زیتون کو نوش فرمایا تو یہ دعا فرمائی افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ (ترجمہ) تمہارے یہاں روزہ دار روزہ افطار کریں نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کریں۔

میزبان کے آداب

۱۔ سب سمجھ کر میزبانی کی جائے۔

۲۔ مہمان کا استقبال خوش دلی اور چہرے کے بشاشت کے ساتھ کیا جائے۔ تنگ دلی کڑھن کا اظہار نہ کریں۔

۳۔ مہمان کی ضروریات کا پورا خیال رکھا جائے۔

۴۔ میزبان کو چاہیے کہ نیک و متقی لوگوں کو مدعو کرے اور اگر فاسق وغیرہ کو کھانا کھلائے گا تو اب وہ جو فسق و فجور پھیلائیں گے تو وہ اس میں شریک ہوگا۔

۵۔ غریبوں کی بھی ضیافت کرنا چاہیے صرف امیروں ہی کی ضیافت نہ کرتا رہے۔

۶۔ مہمان کے آنے پر سب سے پہلے سلام، دعا کی جائے پھر اس کی خیریت معلوم کی جائے جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے۔ (ترجمہ) کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت نہیں۔

۷۔ اپنی استطاعت کے اعتبار سے خوب مہمان نوازی کی جائے۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے مہمانوں کے لیے جلدی سے ایک موٹا تازہ بچھڑا بھنوا کے لے آئے اپنی ضیافت میں اپنے اعزا و اقربا، کو بھی بلایا جائے۔

۸۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ دسترخوان پر کھانا کھلاتے وقت مہمان سے بار بار فرماتے کہ اور کھائیں اور کھائیں جب وہ انکار کرتا تو آپ اصرار کرنے سے رک جاتے۔

۹۔ اگر معلوم ہو کہ مہمان فلاں چیز خوشی سے نوش کرتا ہے تو اگر وہ جائز ہو تو اس کو بھی پیش کرنے کا اہتمام کرے۔

۱۰۔ مہمان اگر چند دن کے لیے آئے تو اس کو رفع حاجت، غسل خانہ اور انسانی ضرورتوں کی چیزوں کے بارے میں رہنمائی کر دے۔

۱۱۔ مہمانوں کے کھانے پینے کو اپنے لیے رحمت سمجھا جائے کہ وہ ہمارے دسترخوان پر اپنا کھانا کھا رہا ہے اور خدا جس کے گھر میں مہمان کو بھیجتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا رزق بھی اتارتا ہے۔

۱۲۔ جس طرح سے اس کی اور چیزوں کی حفاظت میزبان کے ذمہ ہے تو اسی طرح اس کی عزت و آبرو کی بھی حفاظت کرے۔ جیسے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس چند مہمان (فرشتے) آئے اور قوم نے بدنیتی کے ساتھ ان پر حملہ کرنا چاہا۔ تو حضرت لوط نے فرمایا اِنَّ ھٰؤُلَآءِ ضَیۡفِیۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ (سورۃ آیت ۶۸-۶۹) ترجمہ: بیشک یہ میرے مہمان ہیں مجھے رسوا نہ کرو۔ خدا سے ڈرو اور میری بے عزتی سے باز رہو۔

حضرت لوط نے مہمان کی رسوائی کو اپنی رسوائی اور ان کی بے عزتی کو اپنی بے عزتی فرمائی۔

۱۳۔ تین دن تک خوب اہتمام کے ساتھ مہمان نوازی کی جائے اگر بعد میں اہتمام نہ رہ سکے تو کوئی مضائقہ نہیں جیسے بخاری و مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے الضیافۃ ثلاثۃ ایام فما بعد ذالک فھو لہ صدقۃ مہمان نوازی تین دن تک ہے۔ اس کے بعد میزبان جو کرے گا وہ اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔

۱۴۔ مہمان سے اپنے حق میں خیر و برکت کی دعا کروائے خاص کر کے اگر مہمان متقی و دیندار ہو جیسے کہ عبد اللہ بن بسر رضی روایت میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور کچھ کھجوریں کھائیں اور کچھ پینے کی چیز نوش فرمائی واپسی پر میرے والد نے دعا کی درخواست کی تو آپ نے یہ دعا فرمائی۔ اللھم بارک لھم فیما رزقتھم واغفرلھم وارحمھم۔ اے اللہ تو نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں برکت دے ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما

۱۵۔ دسترخوان پر خورد و نوش کا سامان اور برتن وغیرہ مہمانوں سے مقدار میں زیادہ رکھے، مزید اور بھی کوئی آجائے تو تکلیف نہ ہو۔

۱۶۔ مہمان کی خاطر اگر تکلیف بھی اٹھانی پڑے تو خود تکلیف اٹھا کر مہمان کو آرام پہنچایا جائے۔ جیسے کہ آپ کے مہمان کو ایک انصاری صحابی اپنے گھر لے گئے اور کھانا کم ہونے کی وجہ سے بچوں کو بہلا کر سلا دیا اور چراغ کو بجھا کر مہمان کے ساتھ بیٹھ کر منہ چلاتے رہے تاکہ مہمان کو محسوس نہ ہو کہ ہم کھانا نہیں کھا رہے مہمان نے تو پیٹ بھر لیا اور گھر والوں نے ساری رات فاقے سے گزاری صبح کو جب یہ صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ رات کا اپنے مہمان کے ساتھ حسن سلوک خدا کو بہت پسند آیا۔ (بخاری و مسلم)

۱۷۔ مہمان کی خدمت کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھی جائے جیسے کہ جب امام شافعیؒ امام مالکؒ کے یہاں مہمان بنے رات کو امام شافعیؒ سوئے صبح کے وقت امام مالکؒ نے بہت ہی آرام و شفقت کے ساتھ آواز دی۔ خدا رحم کرے نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ امام شافعیؒ جلدی سے اٹھے دیکھا کہ امام مالکؒ کے ہاتھ میں پانی بھرا ہوا لوٹا ہے امام شافعیؒ یہ دیکھ کر شرمسار ہو گئے تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ تم خیال نہ کرو مہمان کی خدمت تو کرنا ہی چاہیے۔

۱۸۔ مہمان کو واپسی پر دروازے تک چھوڑنے جانے یہ آپ کی سنت میں سے ہے۔

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

ہوئے خود کمزور اک دن ہر شجر گر جائے گا
چاہے وہ گمنام ہو یا نامور گر جائے گا

ایک بھی آنسو اگر اے چشم تر گر جائے گا
عشق کا سارا وقار معتبر گر جائے گا

تو نہ رکھے گا اگر آئینہ خانوں کا خیال
اک نہ اک دن یہ ترا پتھر کا گھر گر جائے گا

لازم و ملزوم ہیں گھر کے لیے دیوار و در
منہدم ہوگی اگر دیوار، در گر جائے گا

موسم باراں کو آخر کس لیے ہو اس کا غم
کون مر جائے گا دب کر کس کا گھر گر جائے گا

بیچ دے گا چند سکوں میں متاعِ دینِ حق
میں نے سوچا بھی نہ تھا وہ اس قدر گر جائے گا

کامرانی تو اسی کے پاؤں چومے گی طفیل
عجز سے سجدے میں جو وقت سحر گر جائے گا

ارشاداتِ رسولؐ

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

تین صفات

عن عقبۃ ابن عامر رضی اللہ عنہ قال لقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما النجاۃ فقال املک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیتک

(ترجمہ) حضرت عقبۃ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو میں نے عرض کیا کہ نجاۃ کیا ہے، آپؐ نے فرمایا اپنی زبان روکو اور اپنے گھر پر اکتفا کرو اور اپنی غلطی پر آنسو بہاؤ۔

یہ تین صفتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص بھی ان کو اپنا لے تو اس کی دونوں جہاں کی زندگی بن جائے وہ دنیا میں بھی سکون دراحت کی زندگی گزار سکتا ہو اور آخرت میں بھی خدا کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔

سب سے پہلی صفت یہ ہے کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے درحقیقت فساد و لڑائی زبان درازی کی وجہ سے اکثر برپا ہوتی ہے دنیا میں جہاں خاندانوں میں یا گھرانوں میں لڑائی دنگا ہوتا ہے اس میں زیادہ تر دخل زبان کا ہوتا ہے خصوصاً عورتیں اس میں زیادہ مبتلا ہوتی ہیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس چیز سے آپ زیادہ میرے معاملہ میں ڈرتے ہیں آپؐ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا اس سے۔ دوسری جگہ آیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تم کو ایسی دو خصلتیں نہ بتاؤں جو اگرچہ پیٹھ پر ہلکی ہیں مگر میزان عمل پر بھاری ہیں حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا ضرور یا حضرت۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ خاموش رہنا اور اچھا اخلاق اور قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان سے بڑھ کر انسانوں نے کوئی اور عمل نہیں کیا۔

دوسری صفت اپنے مکان پر قناعت کرنا۔ اگر کسی کو خدا نے جھونپڑی دی ہے اور وہ اس سے زیادہ کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس کے لیے روا نہیں کہ وہ اس سے زیادہ کی حرص کرے، آج انسانوں میں اس کی دوڑ جاری ہے حرص و ہوس کا ایک چکر ہے جو کسی کو چین کی زندگی نصیب نہیں کرتا اور اس کا شکار ہر وقت اسی میں گھلتا رہتا ہے کہ وہ دوسروں سے آگے بڑھ جائے اگر اس کا پڑوسی اس سے بڑے مکان میں رہتا ہے تو اس کو بھی اس سے بہتر مکان بنانا چاہیئے خواہ اس چکر میں وہ زیر بار ہو جائے یا دوسروں کی حق تلفی ہو۔ اسی طرح اور دوسری چیزوں کے سلسلہ میں بھی یہی معاملہ ہے خواہ وہ مال ہو یا عزت و جاہ ہو۔

تیسری صفت یہ ہے کہ آدمی اپنی غلطی پر نادم ہو، بغیر ندامت کے کسی انسان کی غلطی دور نہیں ہو سکتی ہے، انسان اگر ظلم کرے اور اپنے ظلم پر نادم نہ ہو کسی کی حق تلفی کرے پھر اس پر نہ پچھتائے۔ خدا کی نافرمانی کرے اور کبھی اس نافرمانی پر آنسو نہ بہائے تو وہ کیسے اپنی اصلاح کر سکتا ہے، اس طرح گناہوں کی زیادتی ہوگی ظلم و فساد بڑھے گا اور اصلاح و تقویٰ ختم ہو جائے گا، اس لیے ضروری ہے کہ آدمی سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ہوش میں آنے کے بعد اس کو ندامت ہو اور وہ اپنے کیے پر پچھتائے اور توبہ کرے، غلطیوں پر رونا اور آنسو بہانا خدا سے مغفرت کا طالب ہونا ہی سچی توبہ ہے اور توبہ سے گناہ بالکل دھل جایا کرتے ہیں۔

حکیم محمد سعید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت شوہر

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انسان کامل تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ اور آپکے کردار کا ہر رُخ مسلمان کے لیے نمونہ اور اسوہ ہے۔ خدائے بزرگ نے آپؐ کو انسانوں کی طرح پیدا کیا اور آپنے انسانوں کی طرح سے اپنی پوری زندگی گزاری آپ بیٹے بھی تھے، آپ باپ بھی تھے اور بھائی بھی، عمر میں چھوٹے بھی بزرگ بھی، آپ نے تجارت بھی کی اور فوجیں بھی لڑائیں، محنت کشی بھی اور حکمرانی بھی، آپ ہر حیثیت سے شاہ راہ حیات پر ایسے نقوش قدم چھوڑ گئے جو قیام قیامت تک ہم لوگوں کے لیے نمونہ اور معیار بنے رہیں گے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی قابل تقلید نمونہ ہے۔

چنانچہ ایک شوہر اور رفیق حیات کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کردار ہے وہ شوہر کے لیے ایک نمونہ کا کردار ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے تمام مسلمان شوہروں کے لیے آپکے چند احکامات سماعت فرمائیے جن کا ترجمہ یوں ہے۔

ارشاد فرمایا ہے:۔

"تم میں سب سے بھلا آدمی وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بھلا ہو"

تم میں سب سے بھلے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بھلے ہوں۔

ایک بار ایک ایسے صحابی کو جو زہد و عبادت کی طرف زیادہ متوجہ ہونے سے اپنے "اہل" سے غافل رہتے تھے آپنے بلوایا اور فرمایا:۔

"اور تمہاری رفیقہ کا بھی تم پر حق ہے"

صنف ضعیف کے حقوق کا سرکار کو کتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ آپ اپنی حیات کے آخری خطبہ جمعہ میں جن اہم مسائل پر احکام و نصائح فرمائے تھے ان میں عورت کے حقوق کا مسئلہ بھی تھا۔ فرمایا:۔

"لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیکی کی نصیحت مانو کہ یہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں تم اس کے سوا کسی سے بات کا حق نہیں رکھتے۔ لیکن یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں اگر ایسا کریں تو ان کو خواب گاہ میں علاحدہ کر دو اور ان کو ہلکی مار مارو اگر وہ تمہاری مان لیں تو پھر ان پر الزام لگانے کے پہلو نہ ڈھونڈو۔ بے شک تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور نہ تمہارے گھروں میں ان کو آنے کی اجازت دیں جن کا آنا تم کو پسند نہیں اور ہاں، ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے پہنانے

کھلانے میں نیکی کرو" (ابن ماجہ)

بیوی کے حق کی وضاحت ایک اور موقع پر ایک سوال کے جواب میں یوں فرمایا:-

"بیوی کا حق شوہر پر یہ ہے کہ جب خود کھائے تو اس کو کھلائے جب خود پہنے تو اس کو پہنائے نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے نہ اس کو برا بھلا کہے نہ گھر کے علاوہ (سزا کے لیے) اس کو علاحدہ کرے۔" (ابن ماجہ)

اختصار کے خیال سے میں نے یہ چند ارشادات نقل کیے ہیں ورنہ بیویوں کے حقوق کے سلسلے میں آپ کے احکام و ہدایات بکثرت ہیں۔

ایک شوہر کی حیثیت سے حضور کیسے تھے، اس کا جواب عرض کرنے سے پہلے ہم یہ سوچتے چلیں کہ ایک اچھے شوہر کے لیے عمومی شرائط کیا ہونی چاہیے۔

"پہلی شرط یہ ہے کہ وہ بیوی کے لیے محبت کوش ہو۔"

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی ضروریات اور خواہشوں کا حتی الامکان پورا پورا خیال رکھے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جہاں تک اس کے اصول اجازت دیں بیوی کی ان فرمائشوں اور خواہشوں کی تکمیل و تعمیل میں سعی کرے جو چاہے خود اس کے مزاج کے خلاف ہوں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ اگر ازواج ایک سے زیادہ ہوں تو اپنی محبت وقت مال اور توجہات کو ان میں ٹھیک ٹھیک اور عادلانہ تقسیم کرے۔

اب ان شرائط کی روشنی میں شوہر کا ایک مثالی کردار ملاحظہ ہو۔ جہاں تک شرط اوّل یعنی محبّت کوش ہونے کا تعلق ہے اس کے لیے تو کچھ سوچنا ہی تحصیل حاصل ہے کیونکہ وہ پاک ہستی جو سراپا محبّت تھی، محبّت کیش تھی جس کا پیغام محبّت کا پیغام تھا جس کا مشن محبّت کا مشن تھا جس نے محبّت اور صرف محبّت ہی کے زور پر ساری دنیا کو فتح کیا تھا۔ جسے دوستوں ہی سے نہیں دشمنوں سے بھی محبّت تھی، ایسے محبّت کیش کی محبّت کوشیوں کا کیا ٹھکانا ہوگا اور وہ بھی اپنی ازواج مطہرات کے لیے آپ نے چھٹی صدی کے عرب کے معاشرے میں عورت سے جیسی محبّت کر کے دکھائی اور کرنا سکھائی اس کا اندازہ کرنے کے لیے سیّدنا عمرؓ کا یہ قول سنیے:-

"ہم لوگ اسلام سے قبل عورتوں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے، اسلام نے عورتوں کے لیے احکام نافذ کیے اور ان کے حق مقرر کیے۔ (بخاری)

ان احکام و ہدایات کا اثر ہوا عورت کو کیا کیا حقوق ملے اس کا جواب بھی حضرت عمرؓ اپنے اس ارشاد کے دوسرے حصّے میں دیتے ہیں:-

"ایک بار میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے مجھے برابر کے جواب دیئے۔" (بخاری)

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ انقلاب عظیم جانوروں سے بدتر عورت کا درجہ معاشرے میں کتنا بلند ہو گیا اور ذہن کتنے بدل گئے کہ عورت ڈانٹ سن کر خود ترکی کا جواب ترکی زبان میں ہی دیتی ہے اور اصل حصّہ اس داستان کا یہ ہے کہ شوہر گھر کی اس جھڑپ کا حال باہر کے لوگوں کو خود سناتا ہے۔ شکایتاً نہیں فخر کے لہجے میں۔

یہ تو سیّدنا عمرؓ تھے، اس سے بھی دلچسپ قصّہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ملاحظہ فرمائیے۔ عورتوں کے حقوق کے اس داعی اعظم نے اپنی رفیقہ حیات کو عملاً کتنی آزادی دے رکھی تھی اور کتنے زیادہ حقوق عطا فرما رکھے تھے۔ صرف دوسروں کو نصیحتوں اور ہدایتوں تک بات ختم نہیں کی تھی۔ خود اپنے گھر میں اس پر عمل کر کے دکھایا تھا۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حبیبہ سیّدنا عائشہؓ سے مصروف کلام تھے کسی خانگی اور نجی مسئلے پر گفتگو تھی لے ذرا بڑھ گئی جذبات ذرا تلخ ہو گئے، سرکار ایک حلیم تھے دوسرے عملاً مساوات کی تربیت کرنی تھی، اس لیے طرفین میں سے حضرت عائشہؓ کے ہی الفاظ میں ترشی

تھی اور لہجہ بھی بلند تھا۔ میاں بیوی میں یہ کارزار گرم تھا کہ حضرت ابوبکرؓ آنکلے وہ ادھر سرکار کے جاں نثار تھے تو ادھر حبیبہ رسول کے پدر بزرگوار بھی تھے گویا دو چند ذمہ داری حضرت صدیقؓ نے محسوس کی اور باپ اپنی بیٹی کی سرزنش کے لیے بڑے طیش میں آگے بڑھے اور گرجے۔

"ہائیں! تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے سامنے آواز اونچی کرتی ہے۔" اور ہاتھ بھی بلند کر دیا۔ مگر بیٹی اپنے غضب ناک باپ کی سرزنش سے صاف بچ نکلی۔ کس نے بچایا۔ حقوق نسواں کے مبلغ اعظم بیچ میں حائل ہو گئے تھے۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم

"سلام اس پر کہ جس نے عورتوں کی دستگیری کی"

جناب صدیق اکبرؓ کے خشم و غضب کا پارہ کتنا ہی بلندی پر کیوں نہ چڑھ گیا ہو جس فصل میں ان کے رفیق و حبیب رسول اللہ حائل و مانع ہوں اس کی تکمیل کی انھیں کب جرأت ہو سکتی تھی۔ غضب پر ادب غالب آیا اور صدیقؓ والا مقام واپس لوٹ گئے۔

یوں میاں بیوی کی جنگ میں اس نئے فریق کے کود پڑنے سے ختم ہو گئی حضور نے فرمایا ہوگا۔

"کیوں حمیراؓ! آج تو میں نے بچا ہی لیا ورنہ ابا اچھی طرح خبر لے ڈالتے۔"

سیّدنا حمیراؓ کھلکھلا کر ہنس دی ہوں گی اور رحمت عالم کا قلب مبارک بھی وفور مسرّت سے لبریز ہو گیا ہوگا کہ دیکھو اللہ کے فضل و کرم سے میرا مشن کس قدر کامیاب ہو رہا ہے یہ صنف ضعیف اپنی "خودی" کو پہچانتی جا رہی ہے۔ خود مجھے بھی معاف نہیں کرتی۔

جناب صدیقؓ چند روز بعد پھر کاشانۂ نبوّت پر حاضر ہوئے تو آج کا رنگ دوسرا تھا۔ مثالی زوج اور معیاری زوجہ آج حسب معمول خوش دلی اور خوش مزاجی کی حالت میں تھے جناب صدیق کے دل کی کلی کھل اٹھی اور عرض کیا۔

"میں جنگ میں کود پڑا تھا۔ اب صلح میں بھی مجھے شریک کر لیجئے۔"

سرکار مسکرا دیئے اور فرمانے لگے ہاں، ہاں، ضرور!

سرکار نے صحابہ کو اپنی بیویوں کے حقوق ادا کرنے پر جس طرح بار بار بتکرار متوجہ فرمایا تھا اس کے نتیجہ میں چند سال کے اندر اندر صنف ضعیف کو جو آزادی حاصل ہو گئی تھی اس کا اندازہ بھی آستانۂ نبویؐ کے ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات کبھی کبھی اپنے شکوہ کا اظہار حضورؐ سے فرمایا کرتی تھیں۔ یہ اظہار کس شان سے ہوتا تھا۔ یہ بھی سننے کی چیز ہے، یہ بھی سرکار کی کامل و ہمہ جہتی تربیت کا ایک شاہکار ہے اس انداز شکایت کی مثال خود سرکار ہی کی زبان مبارک سے سنیئے۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا:-

"تم مجھ سے برہم ہوتی ہو تو میں سمجھ جاتا ہوں۔"

جناب عائشہؓ نے دریافت کیا۔ "وہ کیسے فرمایا:-

"جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو اور کسی بات پر قسم کھاتی ہو تو محمدؐ کے خدا کی قسم کہتی ہو اور جب مجھ سے خوش نہیں ہوتیں تو ابراہیمؑ کے خدا کی قسم کہتی ہو۔"

حبیبہ رسول نے عرض کیا:-

"جی ہاں! یا رسول اللہ میں ناخوشی میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔"

سنا آپ نے! اب بیوی ناخوش ہونا بھی جان گئی ہے اور اس ناخوشی کے برملا اظہار کی جرأت بھی اس میں پیدا ہو گئی ہے کیا آپ کو اس پر حیرت نہیں ہو رہی ہے اگر چھٹی صدی عیسوی میں پوری دنیا اخلاقی و معاشرتی حالت آپ کے سامنے ہے اور اس دور کے عرب کی عورت زار کا نقشہ آپ بھول نہیں گئے ہیں تو آپ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔

حضرت عائشہؓ اور آنحضرت کے سن میں بہت فرق تھا۔ ایک ذہین و طباع اور پھر کم سن لڑکی کا مزاج مزاق رنگ طبیعت

انداز فکر، دل چسپیاں، غرض کہ ہر چیز ایک پختہ عمر سنجیدہ متین ثقہ اور ذمہ دار شوہر سے مختلف ہونی ہی چاہیے اور پھر شوہر سرکار کا سا جن کے دوش پر ساری دنیا کی قیادت کا بار تھا۔ جن کے دل میں ساری انسانیت کی اصلاح کا جذبہ تھا جن کے ذہن میں عالم کے نئے اور عظیم تر انقلاب کے منصوبے پرورش پا رہے تھے جن کو شوق تھا آدمی کو انسان بنانے کا جن کو فکر تھی نئے خطوط پر تشکیل جدید کی مختصر یہ کہ آنحضرت کی دل چسپیاں حضرت عائشہ کی دل چسپیوں سے جدا نوعیت کی تھیں۔ یا یوں کہیے ان کے مزاجوں میں اتنا ہی بعد تھا جتنا بڑھاپے اور جوانی میں بعد ہوتا ہے لیکن دوسروں کے جذبات کا پاس کرنا بھی تو آپ سکھانا چاہتے تھے۔ دوسرے کی جائز خواہشوں کو حتی الامکان پورا کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔

عید کا دن تھا چند حبشی باشندے حرم نبوی کے قریب ایک تماشہ دکھا رہے تھے۔ بتقاضائے عمر جناب صدیقہؓ نے یہ تماشہ دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی سرکار دروازے میں کھڑے ہو گئے اور ام المومنین حضور کے دوش مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر تماشہ دیکھنے لگیں اور دیر تک دیکھتی رہیں ایک بار دریافت فرمایا۔

کیوں حمیرا! جی نہیں بھرا۔

حبیبۂ رسولؐ نے بے تکلف انکار فرمادیا۔ "ابھی نہیں بھرا۔"

چنانچہ آپ یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ خود جناب صدیقہ تھک کر ہٹ گئیں۔

ازدواج کے ابتدائی زمانے میں تو آستانۂ نبویؐ میں جناب صدیقہؓ کی بہت ہی کم سن سہیلیاں جمع ہو جایا کرتی تھیں۔ سرکار اندر تشریف لاتے تو وہ بھاگ جاتیں مگر آپ ان کو بلالیا کرتے تھے۔

ابتدائی زمانے میں ہی حضرت صدیقہؓ گڑیاں تک کھیلا کرتی تھیں۔ آپ نہ صرف اس کھیل میں حارج و مانع ہوتے تھے بلکہ کبھی کبھی کسی کھلونے کے متعلق کوئی سوال بھی فرمالیا کرتے تھے اور بھولے پن کا کوئی جواب سن کر مسکرا دیتے۔

شادی کے چند دن بعد ایک دن خود آنحضرت کی تحریک پر دونوں میں دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عائشہؓ چھریرے بدن کی تھیں آگے نکل گئیں۔ بہت دن بعد جب سیدہؓ کا عمر کے ساتھ بدن بھی بھاری پڑ گیا تھا ایک بار پھر دوڑ ہوئی، اب کے میدان حضورؐ کے ہاتھ رہا۔ حضورؐ نے پہلا مقابلہ یاد دلا کر فرمایا آج اس دن کا بدلہ ہو گیا۔

ایک بار عید کا دن تھا حرم نبوی میں کچھ بچیاں جمع ہو کر کچھ گانے لگیں۔ آپ لیٹے ہوئے تھے منہ ڈھانک لیا لڑکیاں گاتی رہیں اتفاقاً حضرت ابوبکرؓ آ گئے اور لڑکیوں کو ڈانٹنے لگے تو آپ نے روک دیا "ان بچیوں کو گانے دو یہ ان کی عید کا دن ہے۔" (بخاری)

ایک بار سفر میں ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں ساربانوں نے اونٹوں کو دوڑانا شروع کیا تو، آپ کو خواتین کا خیال آگیا اور ساربانوں سے فرمایا:-

"ذرا دیکھ کر یہ (عورتیں) آبگینے (بھی ساتھ ہیں)" اور یہ سچ ہے کہ سیرت مبارکہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ نے ان آبگینوں کی نزاکت کا پورا پورا خیال رکھا۔ صنف لطیف کے مزاج کی نزاکت کا آپ نے ہر ہر قدم پر ہر ہر بات میں اس طرح لحاظ فرمایا۔

"ہمارے رسول صلعم ایک مثالی شوہر تھے۔"

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلموا تسلیما۔"

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے "زور" (جھوٹ بات) نہیں چھوڑی اور نہ اس پر عمل کرنا چھوڑا تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔" (ترمذی)

محترم محسن فارانی

یوگنڈا

سیاہ فام مسلمانوں کی اکثریت کا ملک مصائب کے شکنجے میں

برطانوی مہم جو سیاح جان سپیک جب ۱۸۶۲ء میں دریائے نیل کا دہانہ تلاش کرتے کرتے جھیل وکٹوریہ تک پہنچا، اس وقت اس کے اردگرد کی سرسبز جنگلات سے ڈھکی پہاڑیوں کو اہل یورپ تاریک ترین افریقہ خیال کرتے تھے۔ یہاں الگ الگ لسانی اور ثقافتی ورثے کے حامل قبائل آباد تھے جو اکثر ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے۔ ان قبائل پر کباکا یعنی بادشاہ کی ڈھیل ڈھالی حکومت تھی۔ ان دنوں اسلام یوگنڈا میں خاصی پیش رفت کر چکا تھا اور حکمراں کباکا بھی مسلمان تھے انگریزوں نے ان قبائل کو ایک ایک کر کے مطیع بنالیا اور آخر کار ۱۸۹۴ء میں برطانوی یوگنڈا کا زیر حفاظت علاقہ وجود میں آیا۔ انگریزوں کی حکومت کے ساتھ ساتھ یہاں مسیحی مشنری بھی آدھمکے اور انہوں نے تعلیم اور صحت کے نام پر عیسائیت پھیلانے کا دھندا اختیار کیا۔

۱۹۶۲ء میں یوگنڈا نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی تو یوں لگتا تھا کہ افریقہ کا موتی، یوگنڈا ایک جدید مملکت کی حیثیت سے مسرت اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو گا۔ اس کا زرخیز جنوب، جس میں باگنڈا اور دیگر بنتو بولنے والے قبائل آباد تھے، خاصا ترقی یافتہ تھا۔ زرعی دولت کے بل بوتے پر اقتصادی شعبے نے تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کیں اور دارالحکومت کمپالا ایک پھولتا پھلتا شہر بن گیا۔ کپاس، قہوے اور چائے کی برآمد سے خاصا زر مبادلہ حاصل ہونے لگا اور اس کے عوض دیہات میں سڑکیں، اسکول اور اسپتال بنے اور مصنوعات کی فراوانی ہوتی چلی گئی۔ یوں جنوب والے تاجر، سرکاری افسر، وکیل، ڈاکٹر اور انجینیر بن کر خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ مشنری اداروں کے تعلیم یافتہ ان لوگوں کی غالب اکثریت عیسائی تھی۔ اُدھر شمال کے مسلم اکثریتی علاقے میں ترقی کی رفتار سست رہی۔ وہ لوگ سخت کوش اور تنومند تھے۔ اس لیے انگریز حکمراں مصلحتاً انہیں فوج اور پولیس میں بھرتی کرتے رہے تھے۔

جلد ہی آزادی کا حسین خواب سلام تحفظ

ظلم و دہشت اور اقتصادی شکست و ریخت میں ڈھلنے لگا۔ ملٹن ابوٹے جو وسطی یوگنڈا کے لانگی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا وزیر اعظم منتخب ہوا تھا۔ اس نے ۱۹۶۶ء میں صدر سر ایڈورڈ متیسا کو جو بگنڈا قبیلے کے موروثی بادشاہ بھی تھے، برطرف کر کے جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا اور خود صدر مملکت بن بیٹھا۔ اس کے عہد میں بد عنوانیوں کی انتہا ہو گئی اور آخر کار ۱۹۷۱ء میں شمالی کاکوا قبیلے کے جنرل عیدی امین نے ابوٹے کا تختہ اس وقت الٹ دیا جبکہ وہ ایشیا کے دورے پر نکلا ہوا تھا۔ بلاشبہ عیدی امین سخت گیر آمر تھا۔ ۱۹۷۲ء میں اس نے پینتالیس ہزار ایشیائی باشندے ملک سے نکال باہر کیے تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ عیدی امین مسلمان تھا اور اس نے اسرائیل سے تعلقات ختم کر کے اس کے مشیروں کو یوگنڈا سے چلتا کیا تھا۔ اور اس کا یہ جرم یہود نواز مغربی ممالک اور متعصب عیسائیوں کے نزدیک ناقابل معافی تھا۔ عیدی امین فروری ۱۹۷۴ء کی اسلامی سربراہ کانفرنس میں بھی شریک ہوا تھا اور اس وقت یوگنڈا کی وزارت خارجہ کے حوالے سے یہ بات سامنے آئی تھی کہ اس ملک میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۴۹ فیصدی ہو چکا ہے۔ اسی کانفرنس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ یوگنڈا میں ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کی جائے گی۔

مسیحی اور صہیونی پروپیگنڈہ بازوں نے عالمی سطح پر عیدی امین کے خلاف ایک طوفان برپا کر دیا۔ کہا جاتا رہا کہ اس کے دور حکومت میں تین لاکھ افراد قتل کر دیے گئے۔ آخر کار مارچ ۱۹۷۹ء میں ہمسایہ تنزانیہ کے مسیحی صدر نائریری نے یوگنڈا نیشنل لبریشن آرمی کی مدد کے لیے اس ملک پر اپنی فوجیں چڑھا دیں۔ ڈیڑھ دو ماہ کی خونریزی کے بعد اپریل میں عیدی امین کو ملک چھوڑنا پڑا اور عیسائی یوگنڈا پر پھر قابض ہو گئے۔ نائریری کی آشیرباد سے ایک مسیحی پروفیسر یوسف لولے نے منصب صدارت سنبھالا۔ یہ صاحب ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے مگر مشنری اداروں کے ہتھے چڑھ کر عیسائی ہو گئے تھے۔ جلد ہی ملٹن ابوٹے یوگنڈا واپس آیا اور ایک بار پھر صدر مملکت بن بیٹھا۔

یوگنڈا نیشنل لبریشن آرمی نے ۱۹۸۱ء میں عیدی امین کے قبیلے کاکوا اور صوبہ نیل میں رہنے والے دیگر مسلم قبائل کے خلاف خونریز انتقامی کارروائیاں شروع کر دیں۔ ابوٹے کے ان ذخیوں نے مسلمانوں کی زمینیں تباہ کر دیں اور ہزاروں لاکھوں انسان ذبح کر ڈالے اور تقریباً ساڑھے چار لاکھ افراد سوڈان اور زائرے میں دھکیل دیے گئے جہاں انھیں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ ۱۹۸۲ء میں یوگنڈا نیشنل لبریشن آرمی یوگنڈا کے وسطی علاقے پر ٹوٹ پڑی جہاں ابوٹے کا تختہ الٹنے کے لیے نیشنل رزسٹنس آرمی کی مسلح تحریک اٹھ کھڑی ہوئی تھی، اس علاقے میں انسانی تاریخ کے بدترین مظالم کا ارتکاب کیا گیا اور دو لاکھ سے پانچ لاکھ تک افراد قتل کر ڈالے گئے۔

۲۷ جولائی ۱۹۸۵ء کے فوجی انقلاب نے ابوٹے کی پانچ سالہ حکومت ختم کر دی۔ انقلاب کے رہنما بریگیڈیئر باسیلیو اولارا اوکیلو قبیلہ ایچولی سے تعلق رکھتے تھے۔ ابوٹے نے بھاگ کر کینیا میں پناہ لی اور تیسرے دن لیفٹیننٹ جنرل ٹیٹو اوکیلو ملک کے نئے حکمران بنے۔ نیشنل رزسٹنس آرمی یا ان آر اے کی بغاوت اوکیلو حکومت سے بھی کچلی نہ جا سکی۔ چھ ماہ کے اندر اندر این آر اے کے گوریلوں نے جنوبی یوگنڈا میں سرکاری افواج کو تتر بتر کر دیا اور یویری موسیوینی برسر اقتدار آ گئے۔

بگنڈا قبیلے کا وہ علاقہ جہاں ابوٹے کے دور میں ظلم و دہشت کا بازار گرم کیا گیا، لوویرو مثلث کہلاتا ہے۔ صوبہ شمالی یوگنڈا کی اس زرخیز مثلث کا ایک گوشہ دارالحکومت کمپالا سے چند

میل شمال تک آ پہنچتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ابوٹے کے حکم پر یو این اے کی سفاکانہ مہم دو اڑھائی برس اس جگہ جاری رہی جہاں غیر ملکی سفارت کار بیس منٹ میں پہنچ سکتے تھے، مگر کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اب اس لرزہ خیز کہانی کے حقائق جاننے کے لیے نیشنل جیوگرافک کے نمائندے رابرٹ کیمپوٹو قصبہ کاکیکے جا پہنچے وہ لکھتے ہیں:

”بوڑھا کسان جوزف کیریانگوانیے لوبیے کے کھیت میں بیٹھا کسی ایسی شے پر نظریں جمائے ہوئے تھا جو دور سے مجھے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میں اس کے نزدیک گیا۔ گلے سڑے پتوں اور شاخوں سے اٹی زمین پر ہڈیوں کا چھوٹا سا ڈھیر پڑا تھا جوزف نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور کہا یہ میری بیوی ہے۔

”پھر وہ ہڈیوں کے ڈھانچے کے پاس پڑے دو زنگ آلود آہنی شاک ابزار بردوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: فوجیوں نے اسے مار ڈالا۔ ابوٹے کے آدمیوں نے اس کی جان لے لی۔

”وہ مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے کھیت کے سرے تک لے گیا۔ وہاں اس نے لمبی لمبی گھاس درانتی سے الگ کی تو ایک اور انسانی ڈھانچہ دکھائی دیا۔ وہ کہنے لگا: یہ میری بیٹی ہے۔ اس بے چاری نے بھاگنے کا ارادہ کیا مگر ظالموں نے اسے گولی مار دی اور میرا بیٹا اس وقت مارا گیا جب سپاہیوں نے اسے دکان میں پکڑ لیا۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کر جھاڑیوں میں جا چھپا اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ان کے ہتھے نہ چڑھا۔ جس کسی کو بھی فوجی پکڑ لیتے اسے مار ڈالتے۔ لوویرو کے اس علاقے میں کوئی زندہ نہ بچا۔ ہر ایک مارا گیا یا بھاگ کھڑا ہوا میں اپنے اہل خانہ کو دفنانا چاہتا ہوں لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان کی فرف ہڈیاں رہ گئی ہیں۔ سالم نعشوں کے بغیر ہم انھیں کس طرح دفنائیں؟

”ناکاسیکے ہوٹل، جو سہ منزلہ عمارت ہے، یہاں یو این اے کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ اس کی دیواروں اور قریبی مکانوں پر جو زیادہ تر سنسان پڑے ہیں گولیوں کے نشانات آج بھی نمایاں ہیں۔ اس قصبے میں جہاں پہلے تین سو افراد رہتے تھے صرف پچاس واپس آئے۔ ہوٹل کے ساتھ ایک متروکہ دکان کے دروازے پر یو این ایل اے کے کسی فوجی نے لکھ دیا تھا: ایک اچھا بگنڈا وہی ہے جو مردہ ہو۔ یہ گویا ان وحشی فوجیوں کا خود ساختہ ضابطہ تھا۔

”میں ہوٹل میں گیا۔ اس کی دیواروں پر عجب میناکاری کی گئی تھی۔ یہ اذیت کے طریقے ظاہر کرتی ہوئی تصویریں تھیں۔ ایک طریقہ تھا مجبور قیدی کے چہرے پر پگھلا ہوا پلاسٹک انڈیلنا۔ ایک اور طریقہ ایل تھری پوائنٹ کہلاتا تھا۔ اس میں قیدی کی کہنیاں پشت کے پیچھے اس طرح باندھ دی جاتی تھیں کہ وہ سانس نہ لے سکے۔

ہوٹل کی چھت سے مجھے جوزف کے کھیت اور سڑک پر تباہ شدہ دکانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ میرا ساتھی فریڈ وامالا نیچے گھاس کے میدان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا فوجی بدنصیب لوگوں کو یہاں لایا کرتے تھے۔ وہ بارہ بارہ چودہ چودہ سال کی لڑکیاں پکڑ کر یہاں لاتے اور جب وہ بے چاری ختم ہو جاتیں انھیں چھت سے نیچے میدان میں پھینک دیا جاتا۔

اس کی یہ شہادت شک و شبہے سے بالاتر تھی سامنے میدان میں انسانی کھوپڑیاں انسانی ہڈیوں کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر، کپڑوں کے چیتھڑے اور مڑے تڑے تار پڑے تھے جن سے بدنصیبوں کی کلائیاں باندھی جاتی تھیں۔

لوویرو مثلث میں ایسی کہانیاں ہر کہیں بکھری پڑی ہیں۔ یہ خوبصورت سرزمین ہے۔ گہری بھوری مٹی اور سرسبز نباتات سے اٹی اونچی نیچی پہاڑیوں کے درمیان دلدلوں میں بردی اور نرسل کثرت

سے اگے ہوئے ہیں۔ افریقہ میں کہیں بھی زرخیز زمین لوگوں سے بھری پڑی ہوتی مگر یوگنڈا میں لوویرو کی ویران مثلث پر زندہ انسانوں کے بجائے لاکھوں مردوں کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔ وہ دکانیں اور چوبی اسٹینڈ جن پر ٹماٹر، کیلے اور دیگر اشیاء برائے فروخت سجائی جاتی تھیں، اب وہیں موت کے کھیتوں سے جمع کی گئی انسانی کھوپڑی رکھی گئی ہیں۔ میں کمپالا سے اٹھارہ میل دور کیگوگوا میں کھوپڑیوں اور ہڈیوں کے ایک ڈھیر کی تصویر لینے رکا تو ایک مقامی افسر کہنے لگا۔ ہاں ہاں آپ تصویریں بنالیں اور انھیں واپس امریکا لے جاکر اپنے لوگوں کو بتائیں کہ وہ شخص ابوٹے کس قماش کا تھا پھر وہ کھوپڑیوں کی قطار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ان میں کوئی فوجی نہیں صرف عوام ہیں ...... عوام۔

یوگنڈا نیشنل لبریشن آرمی کے بچے کھچے عناصر ملک کے شمالی علاقوں میں ابھی تک گوریلا جنگ لڑ رہے ہیں۔ ملکی بجٹ کا چالیس فیصد اس جنگ کی نذر ہو رہا ہے اور توانائی اور افرادی قوت تعمیر نو کے کاموں میں استعمال نہیں ہو رہی۔ صدر یوویری موسیوینی کی حکومت جنوری ۱۹۸۶ء میں برسر اقتدار آنے کے بعد سے اس مسئلے کا فوجی حل ڈھونڈنے اور باغیوں کا صفایا کرنے پر تلی رہی۔

رابرٹ کیپوٹو نے لکھا ہے ان علاقوں کی حقیقی صورت حال جاننا خاصا مشکل ہے۔ موسیوینی کے ذاتی وعدے کے باوجود کہ میرے لیے دورے کا بندوبست کیا جائے گا میں وہاں تک رسائی نہ پاسکا۔ صرف سرکاری اخبارات کی رپورٹروں کو اذن مشاہدہ ملا۔ اور تو اور ریڈ کراس کی انٹرنیشنل کمیٹی کو بھی وہاں جانے سے روک دیا گیا۔ شاید حکومت انھیں اپنے پوشیدہ اقدامات پر گواہ نہیں بنانا چاہتی۔ ادھر ملک پر حکمران نیشنل رزسٹنس کونسل نے خود کو ملکی قانون ساز ادارے کا درجہ دے لیا ہے اس طرح گویا انتخاب اور جمہوریت کا جھنجھٹ ہی ختم کر دیا گیا ہے۔

ایڈز کے خونیں پنجے

وسطی یوگنڈا میں لوویرو مثلث کے بچے کھچے انسان یتیم ہیں یا بیوائیں یا رنڈوے۔ تاہم ظالموں کے ہاتھوں مرنے والے بے گناہوں کی صحیح تعداد کا تعین ممکن ہی نہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ اب ایڈز کی بیماری نے انھیں لیا ہے۔ اگرچہ وسطی اور مشرقی افریقہ کے دوسرے ممالک روانڈا، برنڈی، تنزانیہ، زائرے اور زیمبیا اس مہلک مرض سے نسبتاً زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ مگر یوگنڈا نے اس وبا پر دنیا کی توجہ مبذول کرانے کے لیے غیر ملکی صحافیوں کو رپورٹنگ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ ایک یوگنڈی نے صحافیوں کے سامنے کہا یوں لگتا ہے کہ ہم لوگ ایک دوسرے سے ظلم و زیادتی کا جو برتاؤ کرتے آرہے ہیں اس کی لعنت ہم پر مسلط ہوگئی ہے۔ عالمی سطح پر ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے مختلف ملکوں سے پچھتر لاکھ ڈالر کے وعدے لیے ہیں تاکہ حکومت یوگنڈا ایڈز کا سدِ باب کر سکے۔

صوبہ جنوبی یوگنڈا میں کائیوٹرا نامی قصبہ جھیل وکٹوریہ کے نزدیک ہے۔ اس کی آبادی تقریباً دو ہزار ہے۔ یہ بری طرح ایڈز سے لپیٹ میں آچکا ہے۔ یہاں کم و بیش ہر گھر میں کوئی نہ کوئی ایڈز سے حال ہی میں فوت ہوا ہے یا بستر مرگ پر ہے۔ جنوبی یوگنڈا کی بیشتر خوشحال آبادی اس المیے سے دوچار ہے۔ اس کا بڑا سبب وہ اخلاقی زوال ہے جو جھیل وکٹوریہ کے آر پار اسمگلنگ اور ماہی گیری کو فروغ ملنے سے رونما ہوا۔ شراب نوشی اور بے راہ روی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور پھر سنہ ۱۹۸۰ء میں ایڈز کی بیماری ان لوگوں پر مسلط ہوگئی۔

سرکاری حکام یوگنڈا میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد ۲۳۶۹ بتاتے ہیں لیکن

اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق صرف دارالحکومت کمپالا میں ہر پانچ جوان بالغوں میں سے ایک اس مرض میں مبتلا ہے۔ یہاں ملاگو اسپتال میں روزانہ ایڈز کے پانچ نئے مریض داخل ہوتے ہیں۔ ادھر ملک میں اسپتال کم ہیں جو سارے مریضوں کو سنبھال نہیں سکتے چنانچہ ایڈز کے اکثر مریض اپنے گھر والوں ہی کے ساتھ سسکتے رہتے ہیں۔ ایڈز کی ایک بائیس سالہ مریضہ کا سارا جسم سرخ سرخ چکتوں سے بھرا ہوا تھا۔ اسے پرانے اسہال کی بیماری تھی اور جب وہ کچھ کھانے کی کوشش کرتی تے آجاتی۔ اس کا سانس دھیما تھا۔ اس کی جلد پر لگانے کے لیے کوئی مرہم دستیاب نہ تھا۔ اسپرین میسر تھی جو اس کا بخار کم کرتی وہ اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ چل نہیں سکتی تھی۔ اس کے باپ نے بتایا جین تقریباً چھ ماہ سے بیمار ہے ہم اسے اسپتال اور ایک روایتی معالج کے پاس بھی لے گئے تھے۔ وہ قدرے ٹھیک بھی ہو گئی مگر پھر مرض نے اسے دبوچ لیا۔ اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں میرے پاس مزید رقم ہے نہیں اور یہاں تو ہر کوئی دبلے پن سے مرجاتا ہے۔ یاد رہے اہل یوگنڈا نے ایڈز کو دبلے پن کا نام دے رکھا ہے کیونکہ اس مرض کے آخری مرحلے میں انسان بس ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ چند ماہ کے اندر اندر جین کی بھی ہڈیاں نکل آئیں پھر اس نے ایک بچے کو جنم دیا جو چند ہی روز اس دنیا میں رہا۔ اس کے بعد جین خود بھی موت کی آغوش میں چلی گئی۔

ایڈز سے بری طرح متاثرہ علاقہ

یوگنڈا ایک نظر میں

یوگنڈا کا رقبہ دو لاکھ چھتیس ہزار مربع کیلومیٹر اور آبادی ایک کروڑ پچپن لاکھ ہے۔ نسلی اعتبار سے یہاں بنیو، نیلی نیلیہامی اور سودانی قبائل آباد ہیں۔ لوگنڈا اور سواحلی بول چال کی زبانیں ہیں۔ سرکاری زبان انگریزی ہے مذہبی لحاظ سے مسلمان اور عیسائی دو بڑے گروہ ہیں اور باقی لوگ روایتی افریقی مذاہب کے پیروکار ہیں۔ دارالحکومت کمپالا کی آبادی پانچ لاکھ ہے۔

یوگنڈا وسطی افریقہ میں واقع ہے خط استوا اس کے جنوبی علاقے سے گذرتا ہے۔ اس کے شمال میں سوڈان، جنوب میں تنزانیہ اور روانڈا، مشرق میں کینیا اور مغرب میں زائرے ہیں۔ ملک کا بیشتر علاقہ سطح مرتفع ہے جو تین ہزار فٹ سے چھ ہزار فٹ تک بلند ہے۔ مغربی سرحد پر کوروونزوری کی چوٹی ماغریٹا ۵۱۰۹ میٹر اونچی ہے۔ جنوب مغرب میں آتش فشاں پہاڑ ہیں۔ یوگنڈا کا شمال مشرقی علاقہ خشک ہے۔ جبکہ مغربی اور جنوب مغربی حصوں میں کثرت سے بارش ہوتی ہے۔ جھیل وکٹوریہ، جھیل البرٹ اور جھیل ایڈورڈ، یوگنڈا کی سرحدوں پر واقع ہیں۔ بحیرۂ کیسپین اور جھیل سپیریئر کے بعد وکٹوریہ دنیا کی تیسری بڑی جھیل ہے۔ دریائے نیل برنڈی کی پہاڑیوں سے نکل کر تنزانیہ اور روانڈا کی سرحد بناتا ہوا جھیل وکٹوریہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں اسے کاگیرا کا نام دیا جاتا ہے پھر جب یہ جھیل وکٹوریہ سے شمال کی طرف بہتا ہے تو اسے وکٹوریہ نیل کہا جاتا ہے راستے میں جھیل کیوگا اس کے لیے اپنی آغوش وا کرتی ہے۔ اس کے بعد جھیل البرٹ میں داخل ہو کر اس کا پانی ساتھ لینے کی وجہ سے اسے البرٹ نیل کا نام دیا جاتا ہے۔ آخر کار دنیا کا یہ طویل ترین دریا نیل ابیض بن کر سوڈان کی حدود میں بہنے لگتا ہے۔

یوگنڈا دس صوبوں اور چونتیس اضلاع میں بٹا ہوا ہے اس کی بڑی فصلیں قہوہ کپاس، چائے، مکئی، مونگ پھلی، کیلا اور گنا ہیں۔ معدنیات میں تانبا اور کوبالٹ ملتے ہیں۔ اٹھتیس فیصد زمین قابل کاشت ہے۔ نوے فیصدی آبادی زراعت پیشہ ہے۔ یہاں کا سکہ شلنگ ہے۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں ۵۷۵ شلنگ ایک امریکی ڈالر کے برابر تھے۔ ملک میں شرح خواندگی ۲۵ فیصد ہے۔

جھیل وکٹوریہ کے مغرب میں ضلع راکائی ہے۔ کائیوٹرا میں سرکاری افسر بدرو رشید سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ گزشتہ ہفتے میں دس آدمی ایڈز سے مر چکے ہیں۔ میری ایک بہن اور دو بھائی بھی اس بیماری نے ہڑپ کر لیے۔ ہمارا قصبہ کبھی بڑا پر رونق تھا لیکن بہت سے تاجر مر گئے اور دوسرے وبا کے ڈر سے اسے چھوڑ کر چلے گئے آپ خالی دکانیں دیکھ رہے ہیں۔ گرد و نواح سے کتنے ہی یتیم قصبے میں چلے آئے ہیں۔ مگر ان کے لیے یہاں کچھ نہیں۔

بدرو رشید نے مزید کہا جب مقامی لوگوں نے پہلی بار یہ بیماری دیکھی تو اسے جادو کا اثر خیال کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ تنزانیہ والوں نے دھوکا دیا ہے اور انھیں یہ مرض لگا دیا ہے آج بھی بہت سے لوگ یہی سوچتے ہیں کہ یہ جادوگری ہے کیونکہ گھر کا ایک فرد بیمار ہو کر مر جاتا ہے اور پھر باقی اہل خانہ باری باری اس مرض سے فوت ہوتے چلے جاتے ہیں گویا خاندان پر لعنت آپڑی ہے۔

انسانی خون کی تنخواہ

ملٹن و بوٹے کے بے لگام فوجی ۱۹۸۰ء تک پہلے شمالی یوگنڈا اور پھر لو ویرو مثلث میں انسانوں کا شکار کھیلتے رہے۔ او بوٹے حکومت نے انھیں قتل و غارت کے ذریعے اپنی تنخواہ وصول کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ نارو بوام اور ابوسا گاکوما جو بیوہ ہو چکی ہیں، قصبہ ناکاسیکے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کا بڑا سا بھرا پرا گھر تھا۔ فوجی درندوں سے اپنی جانیں بچانے کے لیے وہ نکل بھاگیں اور جب کئی دنوں کے بعد واپس آئیں تو ان کا مشترکہ شوہر اور ان کے بچے مارے جا چکے تھے۔ نارو بوام نے کہا فوجی اس گھر کی ہر چیز لے گئے حتیٰ کہ میرے خاوند کی تصویر بھی۔ جب ہم اس میں داخل ہوئیں تو ہمیں اس کی ابتر حالت دیکھ کر ہول آنے لگا۔ وہ بری طرح شکستہ مکان میں رہنے کی ہمت نہ کر سکیں اور بقا کے لیے انہوں نے چٹائیاں اور چارپائی کی پٹی بنانے کا کام شروع کر دیا۔

ان دنوں سوڈان یوگنڈا سرحد پر واپس آنے والے پناہ گزینوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی صوبہ نیل کے سرحدی قصبہ یمبے میں انھیں خوراک کمبل اور زرعی آلات دیے جاتے ہیں تاکہ وہ دوبارہ اپنی روزی پیدا کرنے کے قابل ہو سکیں۔ امدادی حکام کا اندازہ ہے کہ ابوٹے دور میں دس لاکھ سے زیادہ افراد اپنے گھر اور زمینیں چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے تھے۔

پہیوں پر موت

قصبہ ناکاسیکے میں یہ منظر بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایک آدمی سائیکل چلا رہا ہے اور اس کے پیچھے بیٹھنے والے نے اپنے آگے شانوں کے تابوت پر ایک لاش تھام رکھی ہے جو درخت کی کھال سے بنے کپڑے میں لپٹی ہوئی ہے وہ اسے قصبے سے باہر کھیتوں میں دفنانے لے جا رہے ہیں۔ متوفی کو ایڈز لاحق ہوا ہو یا ٹی بی اس کے عزیز و اقارب علاج معالجے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں یہ بیماری لاعلاج ہے اور مرنا مقدر ہو چکا ہے۔ ایڈز کی حد تک تو شاید یہ بات درست ہے مگر طبی سہولتوں سے محروم وہ لوگ ٹی بی کو بھی دبلا پن سمجھتے رہتے ہیں۔

زرخیز زمین اور بکثرت بارش دو بڑی نعمتیں ہیں جنھوں نے طویل خانہ جنگی کے باوجود یوگنڈا کو بھوک اور قحط کا شکار نہیں ہونے دیا۔ روون زوری پہاڑ کے دامن میں چائے کے باغات جھاڑ جھنکاڑ سے اٹ گئے تھے محنتی کاشت کاروں نے یہ جنگ زدہ زمین پھر سے قابل کاشت بنا لی ہے اور دوبارہ یہاں چائے کے پودے لہلہانے لگے ہیں چائے کے علاوہ قہوہ اور کپاس یوگنڈا کی بڑی نقد آور فصلیں ہیں ماہرین کا اندازہ ہے کہ اگر یوگنڈا کو چند سال امن مل جائے تو اس کی معیشت از سر نو سرسبز اور مضبوط ہو سکتی ہے۔

لیکن امن اور سکون شاید یوگنڈا والوں کے نصیب میں نہیں۔ ۱۹۸۶ء میں یووری موسیوینی نے حکومت سنبھالتے وقت مفاہمت تعمیر نو اور اچھی ہمسائیگی کا دلکش پروگرام پیش کیا تھا جسے ملک کے اندر اور باہر سراہا گیا لیکن خوشنما وعدے تشنۂ تکمیل ہی ہیں یوگنڈا کے شمال مشرق اور مشرق میں ہنوز خانہ جنگی ہو رہی ہے مشرق میں کینیا کی سرحد کے پاس ابوٹے کی پرانی یوگنڈا پیپلز کانگرس، یوگنڈا پیپلز آرمی کے روپ میں سرگرم ہے۔ ابوٹے خود اس وقت زیمبیا میں جلاوطنی کے دن کاٹ رہا ہے۔ جب کہ اس کا ہم قبیلہ سابق وزیر دفاع پیٹر اوتائی نیروبی کی کمین گاہ سے ان گوریلوں کی رہنمائی کر رہا ہے۔ ابوٹے کا سابق وزیر مملکت و داخلی امور بھی مشرق میں یوگنڈا پیپلز فرنٹ بنا کر سرکاری فوجوں کو مصروف رکھے ہوئے ہے۔ ایک اور سابق وزیر ایالو کیرونڈی نے یوگنڈا ڈیموکریٹک الائنس کو لڑائی میں جھونک رکھا ہے۔

مقدس روح کے گوریلے

ملکی سلامتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ یوگنڈا پیپلز ڈیموکریٹک آرمی (یو پی ڈی اے) بنی ہوئی ہے اس میں زیادہ تر باسیلیو اوکیلو کی شکست خوردہ فوج کے بچے کھچے افراد شامل ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس مسلح تنظیم کے پندرہ بیس ہزار فوجی دس بریگیڈوں میں بٹے ہوئے ہیں مغربی نیل میں یو پی ڈی اے کا بیشتر عیدی امین کے حامیوں پر مشتمل ہے۔ اس گوریلا فوج کے سربراہ بریگیڈیر جسٹن اوڈونگ ہیں۔ اس کا سیاسی بازو یوگنڈا پیپلز ڈیموکریٹک موومنٹ کہلاتا ہے جسے سابق وزیر اعظم اوتیما الیمادی، لندن سے کنٹرول کرتے ہیں۔

مارچ ۸۸ء میں سرکاری اور باغی افواج کے کمانڈروں نے امن اور تعاون کے ایک معاہدے پر دستخط کیے جسے بریگیڈیر اوڈونگ نے مسترد کر دیا متحارب کمانڈر دراصل ایک تیسرے دشمن کے خلاف لڑائی میں تعاون کی خاطر ایسا کرنے پر مجبور ہوئے تھے یہ مشترک دشمن قبیلہ ایچولی کے علاقے میں سرگرم عمل مقدس روح نامی تحریک ہے جس کی قیادت ایک نوجوان کاہنہ ایلس لاکوینا کرتی رہی ہے گزشتہ سال سرکاری فوج سے شکست کھانے کے بعد کاہنہ کینیا میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی تھی جہاں اسے تین ماہ جیل میں گزارنے پڑے۔ یوں لگتا ہے اب وہ رہائی پا چکی ہے تاہم اس دوران میں ایک نوجوان جوزف کونی لاکوینا پارٹ ۲ کے روپ میں تحریک کا لیڈر بن بیٹھا ہے اور مقدس روح کے نعرے پھر بلند ہونے لگے ہیں۔

مقدس روح اکثر توہمات اور افریقی بت پرستی کی تحریک خیال کی جاتی ہے۔ لیکن یہ بات جزوی طور پر درست ہے یوں لگتا ہے کہ یہ تحریک سرکاری دیہی کمیٹیوں کے خلاف روایتی افریقی مزاحمت ہے جو لوگوں میں دہشت اور مارکسی خیالات پھیلا رہی ہیں۔ موسیوینی کی اشتراکیت نواز حکومت ان کمیٹیوں کے ذریعے دیہی معاشرے کی یکسر کایا پلٹنا چاہتی ہے اور مقدس روح نے اسی کی مخالفت میں جنم لیا ہے۔

موسیوینی کے ہمسایہ ممالک زائرے اور کینیا سے تعلقات خوشگوار نہیں۔ یہ دونوں ممالک مغرب نواز اور قدامت پسند ہیں جو الزام لگاتے ہیں کہ موسیوینی نے کرنل قذافی سے گہرے تعلقات استوار کیے ہوئے ہیں اور لیبیا کی مدد سے یوگنڈا میں ایسے کیمپ واقع ہیں جہاں سے تربیت پا کر کمیونسٹ مخالفین کینیا اور زائرے میں سبوتاژ اور دہشت پسندی کے اقدامات کرتے رہتے ہیں۔ اب مغربی اور امریکی حکام سے مالی معاونت کی بات چیت آگے بڑھانے کے لیے صدر یوگنڈا کہنے لگے ہیں کہ وہ ان کیمپوں کو بند کرنے کی پوری کوشش

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س:۔ جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنتوں کی نیت باندھنا کیسا ہے؟

ج:۔ جب فرض نماز کی جماعت شروع ہوجائے اس کے بعد سنتوں کی نیت نہ باندھنا چاہیے صرف فجر کی نماز کی سنت جماعت کی جگہ سے علاحدہ کسی جگہ پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجائے۔ ایک رکعت ملنے کا یقین ہو تو ایسا ہے ورنہ فرض نماز میں شریک ہوجائے۔ اور سنت فجر سورج نکلنے اور خوب روشن ہوجانے کے بعد پڑھے گا۔

س: فرض نماز کے بعد سنت فوراً پڑھنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر سے پڑھنا؟

ج:۔ فرض نماز کے بعد سنت فوراً پڑھنا ضروری نہیں۔ اذکار ماثورہ کی مقدار تاخیر کرسکتا ہے۔ اس سے زیادہ تاخیر نہ کرنا چاہیے۔

س:۔ کیا زکوٰۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے؟

ج:۔ زکوٰۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں کیونکہ زکوٰۃ کی رقم کی ادائیگی کے لیے تملیک ضروری ہے اور یہاں یہ صورت پائی نہیں جارہی ہے۔

س:۔ سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟

ج:۔ گھر میں سنن ونوافل پڑھنا اولیٰ افضل ہے۔ الافضل فی السنن والنوافل المنزل لقوله علیه السلام صلوٰۃ الرجل فی المنزل افضل الا المکتوبة

(فتاویٰ عالمگیریہ۔ جلد اوّل)

س:۔ ایک شخص کی ظہر کی جماعت شروع ہوجانے کی وجہ سے سنتیں چھوٹ گئیں جماعت ختم ہوجانے پر ایسا شخص بعد والی دو سنتیں پہلے پڑھے یا چھوٹی ہوئی چار رکعت والی سنتیں پہلے پڑھے؟

ج:۔ ظہر کے فرضوں سے پہلے کی سنتیں اگر جماعت میں شریک ہوجانے کی وجہ سے رہ جائیں تو پہلے دو رکعت سنت ظہر اور اس کے بعد چھوٹی ہوئی چار رکعت پڑھے۔ ایسا کرنا افضل ہے۔

س:۔ اگر کسی مدرسہ میں اہل مدرسہ زکوٰۃ کے مصارف میں مال زکوٰۃ نہیں صرف کرتے تو اس ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ جن مدارس میں زکوٰۃ کے مصارف میں مال زکوٰۃ نہیں صرف کرتے خواہ اس کا یقین ہو یا ظن غالب ہو بہر صورت ایسے مدارس میں زکوٰۃ نہ دینا چاہیے۔

س:۔ اگر کوئی مکان رہائشی مکان کے علاوہ رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

ج:۔ مکان پر کسی حال میں زکوٰۃ نہیں خواہ رہائشی مکان ہو یا نہ ہو ہاں اگر مکان کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت تجارت ہونے کے ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔

س:۔ ایک شخص کے پاس بقدر نصاب شرعی نقد روپیہ موجود ہے مگر اس کی اولاد کی شادیوں کی ذمہ داری اس پر ہے کیا ایسی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی؟

ج:۔ اگر اس پر حولان حول ہوجاتا ہے تو زکوٰۃ واجب ہوجائے گی، اگر حولان حول سے قبل ہی اس مال کو ان مصارف میں صرف کردیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں واجب ہوگی۔

سانس کی بدبو کا علاج کیجیے

(قسط اوّل)

حکیم حیدر عباس

سانس یا منھ سے بدبو آنا نہایت ناخوشگوار ہے اور اکثر اوقات مریض خود اس مرض کے بارے میں لاعلم ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والے اس لیے اُسے آگاہ کرنے سے گریز کرتے ہیں کہ شاید یہ بات اخلاق تقاضے سے بعید ہو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض اپنے مرض سے لاعلمی کے باعث اس کا سبب دریافت کرنے اور علاج کی طرف سے غافل رہتا ہے یہاں تک کہ ایک طرف تو مرض بڑھتا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف مریض کے اعزا واقارب اس سے متنفر ہو کر اس کے پاس بیٹھنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور حتی الوسع اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہاں مریض کے احباب سے گذارش کروں گا کہ وہ مریض کو اس مرض سے آگاہ کریں۔ اس سے دور دور رہنا نامناسب ہے حسن اخلاق کا تقاضا ہے کہ وہ مریض کو اس مرض سے جلد از جلد آگاہ کریں تاکہ وہ اپنا علاج کراسکے۔

سانس سے بدبو آنے کے بہت سے اسباب ہیں۔ اکثر اوقات دانتوں کے امراض مثلاً پایریا، ماسخورہ یا دانتوں میں سوراخ دائمی سوزش کے سبب بنتا ہے، گاہے بگاہے نزلہ بگڑنے کے بعد حلق کے اندر غدود کی دائمی سوزش یا اس میں پیپ کی موجودگی یا پھر پھیپھڑے کا کوئی نقص یا ہاضمے کی خرابی سانس یا منہ سے بدبو آنے کا سبب بن جاتی ہے۔

مندرجہ بالا تمام اسباب کے علاوہ سانس کی بدبو کا ایک اہم سبب دائمی قبض ہے اور اکثر اوقات عورتیں اس کا شکار ہوا کرتی ہیں یاد رہے کہ جب غذا تحلیل ہو کر آنتوں میں اترتی ہے تو ان کے ابتدائی حصوں میں اس کے ہضم ہونے والے موجودہ اجزا خون میں جذب ہوجاتے ہیں باقی مواد جو زیادہ تر فضلات پر مشتمل ہوتا ہے آنتوں کے آخری حصہ میں پہنچ کر خارج ہونے کا منتظر رہتا ہے۔ یہ مواد اگر زیادہ دیر تک رکا رہے تو اس میں کئی قسم کی بدبودار ہوائیں پیدا ہوتی ہیں جو خون میں جذب ہوتی رہتی ہیں۔ جب یہ خون پھیپھڑوں میں صفائی کے لیے پہنچتا ہے تب یہ ہوائی خون سے علاحدہ ہو کر سانس کے ذریعہ خارج ہوتی ہیں لہٰذا اکثر یہی صورت سانس سے بدبو آنے کا سبب بنتی ہے۔ چنانچہ اگر دانت، حلق، ناک وغیرہ کے افعال درست ہیں اور سینے سے متعلق کوئی مرض نہیں ہے تو غالباً قیاس یہی ہوسکتا ہے کہ منہ سے بدبو آنے کا سبب دائمی قبض ہے۔ یہاں ایک بات غور طلب ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص جو اپنے معمول کے مطابق روزانہ رفع حاجت کے لیے بیت الخلا جائے تو قبض کا مریض نہیں یاد رہے کہ قدرتی طور پر غذا کا تمام فضلہ بارہ سے چوبیس گھنٹے تک خارج ہونا ضروری ہے۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں میں اڑتالیس گھنٹے بعد ایسا ہوتا ہے۔ یعنی ہر روز جو فضلہ خارج ہوتا ہے وہ پچھلے سے پچھلے دن کا ہوتا ہے۔

اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے کہ مریض دائمی قبض کا شکار ہے یا نہیں ایک آسان امتحان ہے کہ عام لکڑی کا کوئلہ باریک پیس کر ایک چائے کے چمچے کے مقدار پانی کے ہمراہ نگل لیں اگر یہ چوبیس گھنٹے تک

خارج نہ ہو تو سمجھ لیا جائے کہ آنتوں کا عمل سست اور دائمی قبض موجود ہے۔ ایسی صورت میں دائمی قبض کا علاج کرنا چاہئے۔ لیکن دائمی قبض کا علاج کرتے وقت قبض کشا دواؤں کا استعمال درست نہیں ایسا کرنا بجائے فائدے کے نقصان باعث ہو سکتا ہے گو قبض کشا دوا کے استعمال سے ایک بار تو آنتوں کا عمل تیز ہو جاتا ہے مگر اس عارضی تیزی کے بعد پھر سست روی شروع ہو کر دائمی قبض کا عارضہ اور مستحکم ہو جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: بچوں میں۔۔۔۔

ہوگا۔

یہ ایک طبعی بات ہے کہ بچہ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ عادت کے مطابق صبح کے وقت ہر معاملہ میں ماں کا منتظر رہتا ہے اور ماں چونکہ اس سے یہ کہہ چکی ہے کہ اب وہ اس کے کسی کام میں دخل نہیں دے گی اور اس کو اپنے کام خود کرنے ہوں گے لہذا وہ اس کی طرف سے بے فکر ہو جاتی ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکے کی بس چھوٹ جاتی ہے اور وہ اسکول جانے سے رہ جاتا ہے اب ماں کا کام یہ ہے کہ وہ اسکول نہ جانے پر اس کی سرزنش کرے اور جب تک اسکول کا وقت رہے اس وقت تک اس کو گھر سے نہ نکلنے دے اور گھر میں بھی اس کے ساتھ اس طرح پیش آئے کہ بچہ اپنے کو یا تو مریض سمجھے یا قیدی۔

اگر ماں نے ایسا کر لیا تو دو چار مرتبہ کی اس سزا کے بعد وہ بچہ خود وقت پر اٹھنے لگے گا اور ماں کے اٹھانے کا انتظار نہیں کرے گا اس لیے کہ پورے دن گھر میں قیدی بن کر رہنا اس کے لیے زیادہ سخت اور تکلیف دہ ہے۔

یوگنڈا۔ کا بقیہ

کر رہے ہیں۔ حال ہی میں زائرے کے صدر مبوتو، موسیوینی کے خلاف ایک طرح کا اتحاد بنانے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ اس میں کینیا کے علاوہ انہیں برنڈی اور سوڈان کی حمایت بھی حاصل رہی۔ یاد رہے کہ سوڈانی وزیر اعظم موسیوینی پر الزام عائد کرتے رہتے ہیں کہ وہ جنوبی سوڈان کے عیسائی باغیوں کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں۔

ایک طرف موسیوینی امریکی سفیر سے یہ کہتے ہیں کہ زائرے اور کینیا یوگنڈا کو غیر مستحکم کرنے کی جو کوشش کر رہے ہیں، ان سے انہیں روکا جائے۔ دوسری طرف وہ امریکیوں سے اسلحہ خریدنے کی تگ و دو بھی کر رہے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے ستر قومیائی گئی کمپنیاں واپس نجی ملکیت میں دینے کی بھی حامی بھری ہے۔

بقیہ:۔ کامیاب زندگی

ہیں۔ حرص و ہوس، خوف و حزن، بغض و عداوت رشک و حسد نے گھر گھر کو جہنم بنا رکھا ہے اور زندگی کو ایک عذاب و مصیبت، دل یقین سے محروم ہے دماغ اطمینان سے، رشتہ دار و دوست خلوص سے، ملک امن و امان سے، سلطنتیں اعتماد و تعاون سے، قومیں دوستی اور خیر سگالی سے، سیاسی پارٹیاں خلوص، بے غرضی سے غرض ساری دنیا مجموعی طور پر حیات طیبہ سے محروم کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو اس کی شرطیں پوری کرے گا" وہ شرطیں صرف دو ہیں، ایمان اور عمل صالح، تو خواہ مرد ہو یا عورت، فرد ہو یا جماعت اس کو حیات طیبہ نصیب فرمائے گا اور اسی دنیا میں جنت کا مزہ چکھائے گا۔

بقیہ:۔ نصیحت کے پھول

اللہ دعا سے بہت خوش ہوتا ہے، دعا مصیبت کا بڑا علاج ہے۔

اگر تم میری ان باتوں پر عمل کرو گی تو دونوں جہاں میں خوش رہو گی میکہ میں ماں باپ کے دل کی ٹھنڈک اور سسرال میں ساس اور شوہر کی آنکھ کا تارا بنو گی اور ہر ایک تمہاری تعریف کرے گا اور خود بھی آرام و راحت کی زندگی گزارو گی، یہ سب میرے تجربہ کی باتیں ہیں۔

خط اللہ میاں کے نام

افضل حسین۔ ایم اے ایل ٹی

ایک بچہ منا منا۔ بچے کا نام اختر تھا۔ اختر یتیم تھا اس کے ابا مر گئے تھے۔ صرف اماں تھیں۔

ایک دن کی بات ہے اختر مدرسے گیا۔ مدرسہ کے سب بچوں کے پاس پڑھنے لکھنے کا سامان تھا۔ اختر کے پاس کچھ نہیں تھا۔ سب کے کپڑے اچھے تھے۔ اختر کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اختر منھ بسورتا گھر پہونچا۔

امّی نے رونی صورت دیکھی، پوچھا "میرے لال! کیوں رو رہے ہو؟"

اختر بولا۔ امّی جان! سب کے ابّا بڑے اچھے ہیں۔ اپنے بچوں کے لیے اچھے اچھے کپڑے بنوا دیتے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا سارا سامان لا دیتے ہیں۔ ہمارے ابّا کیوں نہیں بھیجتے؟ آپ پتہ بتا دیں میں ان کو خط لکھوں گا۔

بیٹا! وہ تو مر گئے۔ امّی نے جواب دیا۔

"تو پھر ہم کو کما کر کھلاتا کون ہے؟

اختر نے پوچھا۔

ہم کو سب کچھ اللہ میاں دیتے ہیں امّی نے کہا۔

اختر بولا "اچھا اللہ میاں کا پتہ بتا دو۔ میں ان کو خط لکھ دوں"

امّی نے پتا بتا دیا۔ اختر نے اللہ میاں کو خط لکھا۔

> پیارے اللہ میاں! السّلام علیکم
>
> میرے پاس نہ تو کتابیں ہیں اور قلم دوات۔ کپڑے بھی پھٹ گئے ہیں۔ آپ میرے لیے یہ سب چیزیں بھیج دیں۔ ہمارے ابّا مر گئے۔ امّی کہتی ہیں: ہم کو سب کچھ آپ دیتے ہیں، آپ کو چھوڑ کر ہم کس سے مانگیں۔ فقط
>
> آپ کا بندہ۔ اختر

اختر نے خط بند کیا اور لفافہ پر پتہ لکھا۔

> بخدمت جناب اللہ میاں
>
> مقام عرش
>
> ملک آسمان

خط لے کر ڈاک خانے پہونچا۔ لیٹر بکس میں ڈالنا چاہا سوراخ اوپر تھا۔ ہاتھ نہ پہنچ سکا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ایک بڑے میاں آ رہے تھے۔ اختر نے ان سے خط ڈالنے کو کہا۔ بڑے میاں نے خط ہاتھ میں لیا۔ پتہ دیکھا۔ پوچھا خط میں کیا لکھا ہے اختر نے بتایا۔ بڑے میاں اس کے بھولے پن پر مسکرائے۔ گھر آئے، ایک جوڑا کپڑا بنوایا۔ پڑھنے لکھنے کا سامان خریدا، تھوڑی سی مٹھائی لی اور لے کر اختر گھر پہونچے۔ بولے۔ کیوں بیٹے اختر! تم نے اللہ میاں کو خط لکھا تھا۔ دیکھو اللہ میاں نے تمہارے لیے کتنی اچھی اچھی چیزیں بھیجی ہیں۔ اختر نے خوشی خوشی سب چیزیں لے لیں اور اللہ میاں کا شکر ادا کیا۔

تین چیزیں

- تین چیزیں حاصل کرو۔ علم، اخلاق، شرافت
- تین چیزوں پر ایمان رکھو۔ توحید، رسالت۔ قیامت
- تین چیزوں کو یاد رکھو۔ موت، احسان، نصیحت۔
- تین چیزوں کا احترام کرو۔ والدین، استاذ۔ قانون